رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ

فاروق

تحریک جدید کا اخبار

قادیان

ایڈیٹر:- میر قاسم علی احمدی!

تاریخہائے اشاعت:- ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

شرح چندہ پیشگی

بیرون ہند	ششماہی	عام چندہ	معاونین	سرپرستان
۸ شلنگ	ع۸ر	طع۸ر	للعہ ر	حہ۵ر

قیمت فی پرچہ ایک آنہ

نیجر:- رشید احمد خاں احمدی!

جلد ۲۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۶ شوال ۱۳۵۹ھ مطابق ۷ ماہ نبوت ۱۳۱۹ہش مطابق ۷ نومبر ۱۹۴۰ء | نمبر ۱۸۱

دارالامان کا ہفتہ

(۱) قادیان ۶ ر نبوت ۱۳۱۹ ہش۔ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق پونے نو بجے شب کی ڈاکٹری اطلاع مظہر ہے۔ کہ خدا تعالے کے فضل سے حضور کی طبیعت آج دن میں اچھی رہی۔ مگر شام کے وقت کسی قدر ناساز ہو گئی۔ احباب حضور کی صحت اور درازیٔ عمر کے لئے دعا کریں۔

(۲) حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کی طبیعت علیل ہے۔ دعائے صحت کی جائے۔

(۳) حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو درد نقرس سے گذشتہ شب بے چینی اور گھبراہٹ کے علاوہ تمام جسم میں درد کی تکلیف رہی۔ لیکن تقریباً دو گھنٹے کے بعد کسی قدر بہتر ہو گئی۔ آج بفضل خدا دن بھر اچھی رہی۔ اور اس وقت دردوں میں بھی کمی ہے۔ البتہ بے چینی ہے۔ احباب حضرت ممدوح کی صحت کاملہ کے لئے دعا کریں۔

ولادت } مکرم عبد اللہ خاں صاحب مہاجر کابلی کے ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے فرزند عطا فرمایا ہے۔ احباب مولود کے لئے دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالیٰ سعادت دارین عطا فرمائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے عبد الرشید خاں نام تجویز فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۰ء

نوجوانوں کی ایک غلط فہمی کا ازالہ

فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

(مرتبہ مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

آج کل **رمضان کا آخری عشرہ** شروع ہے۔ اور جیسا کہ احباب واقف اور آگاہ ہیں۔ یہ دن خصوصیت کے ساتھ دعاؤں کے ہیں۔ اور ان ایام میں اللہ تعالے مومنوں کی دعائیں زیادہ سنتا اور ان کی گریہ وزاری کو قبول فرماتا ہے۔ پس ان ایام سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا اپنی ہی خوش بختی کی دلیل اور علامت ہے۔

اللہ تعالیٰ کو تو اس سے کوئی غرض نہیں۔ کہ اس کا بندہ اس سے کچھ مانگتا ہے یا نہیں۔ اُس نے تو دینا ہے۔ اور دینے والے کو کیا حاجت ہوا کرتی ہے۔ جس نے لینا ہے۔ حاجت تو اسے ہوتی ہے۔ مگر باوجود اس کے وہ دینے والا تو پکارتا ہے۔ اور جس نے لینا ہے۔ وہ سستی دکھاتا ہے۔ ہم کتنا ہنستے ہیں اس واقعہ کو سنکر جو **ایک مثل** کے طور پر ہمارے ملک میں مشہور ہے۔ کہ کوئی سرد ملک کا باشندہ گرمی کے موسم میں سخت تیز اور تپتی ہوئی دھوپ میں بیٹھا تھا۔ پسینہ ٹپک رہا تھا۔ منہ سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔ سانس پھولا ہوا تھا۔ اور پاس ہی اس کے ایک دیوار یا درخت کا سایہ تھا۔ جہاں بیٹھ کر اسکی ساری تکلیفیں رفع ہو سکتی تھیں۔ کوئی شریف آدمی جو وہاں سے گزرا۔ اور اس نے اسکی اس حالت کو دیکھا۔ تو اس نے کہا۔ میاں اس دھوپ میں کیوں بیٹھے ہو۔ کیوں نہیں اٹھ کر اس سائے کے نیچے بیٹھ جاتے۔ جہاں سے تم کو آرام اور آسائش حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ سنکر اس شخص نے اپنے ہاتھ بڑھا دیئے۔ اور کہا۔ کہ میں بیٹھ تو جاتا ہوں۔ پر تم مجھے کیا دو گے؟

ہم کتنا اس بات کو مضحکہ خیز سمجھتے ہیں۔ مگر کس طرح ہم میں سے کئی یہی بات روزمرہ اپنے معاملات میں عملاً کر کے دکھاتے ہیں۔ اور اس پر انہیں ذرا بھی تعجب نہیں آتا۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رات کے آخری حصہ میں آسمان سے اترتا ہے۔ اور اس کے فرشتے لوگوں کو آوازیں دیتے پھرتے ہیں کہ **مانگو تمہیں دیا جائے گا** دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے لئے کھولا جائے گا۔ مگر کتنے ہیں جو اس آواز کو سنکر دوڑ پڑتے ہیں۔ کہ یہ مانگنے کا وقت ہے۔ ہم مانگیں گے۔ یہ کھٹکھٹانے کا وقت ہے ہم کھٹکھٹائیں گے۔ کیا وہ اس سے زیادہ احمق نہیں۔ جو دھوپ میں بیٹھا ہوا اس امید میں تھا۔ کہ کوئی مجھے پیسے دے۔ تو میں سائے میں بیٹھ جاؤں۔ اسی طرح تم میں سے بہت ہیں۔ جو سمجھتے ہیں کہ ہم نے اگر نماز پڑھی۔ یا روزہ رکھا۔ تو یہ ہم خدا پر احسان کرتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ اللہ تعالے تمام چیزوں کا خالق اور مالک ہے۔ اور وہ اپنی محبت کے لئے ہم کو بلاتا۔ اور احسان کرنے کے لئے ہمیں پکارتا ہے۔ پس بجائے اس کے کہ وہ اس کے احسان کی قدر کریں۔ اور اس کے اس

انعام کی شکر گزاری

کریں۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم نے نماز پڑھ کر یا روزہ رکھ کر خدا پر احسان کر دیا۔

میں نے ایک شخص کو دیکھا۔ جس نے نماز چھوڑی ہوئی تھی۔ اور جب میں نے اس بارہ میں بعض دوستوں سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے بتایا۔ کہ ان کا خیال ہے۔ میں بڑی تہجد گذاری کر چکا ہوں۔ اور نمازیں بھی خوب پڑھ چکا ہوں۔ اب مجھے ضرورت نہیں۔ کہ میں نمازیں پڑھوں۔ یا روزے رکھوں۔ گویا ایک قرضہ تھا۔ جو اس نے ادا کر دیا۔ اور جب دو سو یا تین سو یا چار سو یا پانچ سو نمازیں اس نے پڑھ لیں۔ تو وہ قرض اتر گیا۔ اب کیا ضرورت رہی۔ کہ وہ نمازیں پڑھے۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ وہ شخص قریبًا بلا ناغہ سینما جاتا۔ اور سمجھتا تھا۔ کہ اس کے بغیر گذارہ نہیں ہو سکتا۔ گویا جو اپنے نفس کا عیش تھا۔ اس کے لئے تو اسے وقت مل جاتا تھا۔ اور اس کے لئے جانا وہ کسی دوسرے پر احسان نہیں سمجھتا تھا۔ مگر جو خدا کے حضور حاضر ہونے اور نماز پڑھنے کا معاملہ تھا۔ اس میں وہ سمجھتا تھا۔ کہ اس کے ذمہ ایک قرض تھا۔ جو اس نے ادا کر دیا ہے۔

تو یہ اللہ تعالےٰ کا فضل اور احسان ہے۔ کہ وہ اپنے بندوں کے لئے

رحمت اور برکت کے دروازے

کھولتا ہے۔ یہ رحمت اور برکت کے دروازے جن دنوں میں کھلتے ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانا ایک عقلمند انسان کی علامت ہے۔ اس میں ہرگز کسی ایمان کا دخل نہیں۔ کسی خاص صلاحیت کا دخل نہیں۔ اگر کسی شخص میں معمولی سے معمولی عقل بھی ہو۔ تو وہ اس موقعہ کو غنیمت سمجھے گا۔ اور کوئی پاگل ہی ہوگا۔ جو ایسے موقعہ کو ضائع کر دے۔

مجھے روزوں کے متعلق بتایا گیا ہے۔ کہ میرے کسی سابق خطبے کی وجہ سے جو کئی سال ہوئے۔ میں نے پڑھا تھا۔ بعض نوجوان ہٹے۔ کٹے اور مشٹنڈے اس بنا پر روزے نہیں رکھتے۔ کہ روزہ رکھنے کے لئے میں نے

۱۸ سال عمر کی شرط

لگائی ہے۔ اور چونکہ وہ ابھی اس عمر کو نہیں پہنچے۔ اسلئے وہ روزہ بھی نہیں رکھ سکتے۔ یہ کہ میں نے روزہ رکھنے کے لئے ۱۸ سال عمر کی شرط لگائی ہوئی ہے۔ یہ درست نہیں۔ میں نے وہ خطبہ تو نہیں دیکھا۔ مگر اس کا مضمون مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ جو کچھ میں نے اس خطبہ میں کہا تھا۔ وہ یہ تھا۔ کہ ۱۸ سال کی عمر تک

نشوونما کا زمانہ

ہوتا ہے۔ اور اس وقت کا قانون ۱۸ سال کے بعد کے قانون سے مختلف ہے۔ اس نشوونما کے زمانہ میں اگر کوئی شخص روزہ نہیں رکھتا بوجہ اس کے کہ اسکی صحت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ یا اس کو اپنے اندر کوئی ایسی کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے وہ خیال کرتا ہے۔ کہ روزہ رکھنا میری صحت کو اور زیادہ نقصان پہنچا دیگا۔ تو میرے نزدیک اس نشوونما کے زمانہ میں اگر وہ دیانتداری کے ساتھ اس یقین پر قائم ہے۔ کہ روزہ رکھنا اسکی صحت کو نقصان پہنچاتا ہے۔ یا اسے غیر معمولی طور پر کمزور کر دیتا ہے۔ تو روزہ نہ رکھنا اس کے لئے جائز ہے۔ مگر اس بات میں اور اُس بات میں کہ ۱۸ سال کی عمر تک روزہ رکھنا معاف ہے۔ زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ میرا منشاء صرف یہ تھا۔ کہ ۱۸ سال سے پہلے اور بعد کی عمر میں بلحاظ قانون فرق ہے۔ ۱۸ سال کی عمر کے بعد کسی کی طرف سے

کمزوری کا عذر

ہونا ہرگز کوئی عذر نہیں سمجھا جا سکتا۔ سوائے اس کمزوری کے جو بیماری کے مترادف ہو۔ اور جس کے متعلق ڈاکٹر یہ کہے۔ کہ یہ شخص ایسا کمزور ہے۔ کہ اگر اس نے روزے رکھے۔ تو اسے سل یا دق یا کوئی اور مرض ہو جائے گا۔ گویا ۱۸ سال کے بعد کوئی شخص محض اس عذر کی بناء پر روزہ نہیں چھوڑ سکتا۔ کہ روزہ رکھنے سے اسے ضعف ہوتا ہے۔ کیونکہ رمضان اس لئے نہیں آتا۔ کہ جس طرح گھوڑے کو خوید دی جاتی ہے۔ اور وہ موٹا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان موٹا تازہ ہو جائے۔ بلکہ روزے رکھنے کا مقصد ہی یہ ہے۔ کہ انسان دُبلا ہو۔ اور اسے

مشقت برداشت کرنے کی عادت

پڑے۔ مگر ۱۸ سال سے پہلے کی عمر میں جب روزے رکھنے سے ایسی کمزوری ہو جانے کا احتمال ہو۔ جو نشوونما میں روک بن جائے۔ یا ایسی کمزوری پیدا ہونے کا خطرہ ہو۔ خواہ سل یا دق وغیرہ کا خطرہ نہ ہو۔ تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ البتہ ۱۸ سال کے بعد اگر کوئی رمضان کے تیس روزوں میں سے ایک روزہ بھی

بیماری یا سفر

کے سوا نہیں رکھتا۔ تو وہ گنہگار بنتا ہے۔ جیسے تم روز کی پانچ نمازوں میں سے ایک نماز بھی چھوڑ نہیں سکتے۔ تم ہفتہ کی پینتیس نمازوں میں سے ایک نماز بھی نہیں چھوڑ سکتے۔ تم سال کی ۱۸۲۵ نمازوں میں سے ایک نماز بھی نہیں چھوڑ سکتے۔ اسی طرح تم رمضان کے تیس روزوں میں سے ایک روزہ بھی نہیں چھوڑ سکتے۔ بغیر اس کے کہ تم بیمار ہو۔ بغیر اس کے کہ تم سفر پر ہو۔ بغیر اس کے کہ تم میں اس قسم کی کمزوری ہو۔ جو بیماری کے قریب قریب ہوتی ہے۔ جیسے شدید بڑھاپا ہے۔ یا دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کا روزہ نہ رکھنا ہے۔ وہاں کوئی بیماری تو نہیں ہوتی۔ مگر چونکہ ان ایام کی کمزوری ماں یا بچے میں بیماری پیدا کرتی ہے۔ اس لئے انہیں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ تو روزہ رکھنے میں

صرف وہی کمزوری

روک بنتی ہے۔ جو بیماری پیدا کرنے والی ہو۔ مثلاً ایک شخص دبلا پتلا ہے۔ اس کا سینہ کمزور ہے۔ اور ڈاکٹر کہتا ہے۔ کہ اگر اس نے روزے رکھے تو اسے سل ہو جائے گی۔ ایسے انسان کے لئے روزے رکھنے جائز نہیں۔ کیونکہ گو سر دست اسے صرف کمزوری کی شکایت ہے۔ مگر ڈاکٹر کی رائے میں اگر وہ کمزور ہوا۔ تو اسے سل کی مرض لگ جائیگی۔ غرض جب انسان کی ۱۸ سال کی عمر ہو جائے۔ اور ۱۸ سال کی بھی شرط نہیں۔ جب انسان بلوغ کو پہنچ جائے۔ خواہ کسی عمر میں پہنچے۔ تو اس کے بعد اگر کوئی شخص محض اس وجہ سے روزہ نہیں رکھتا۔ کہ روزہ رکھنے سے اسے کمزوری ہو جاتی ہے۔ تو وہ خدا تعالیٰ کے حضور گنہگار ہوگا سوائے اس کے کہ ڈاکٹر نے اسے یہ کہا ہو۔ کہ اگر تم روزہ رکھو گے۔ تو بیمار ہو جاؤ گے۔ یا

بیماری سے اٹھا ہوا مریض

ہو۔ اور مرض کے دوبارہ ہو جانے کا ابھی خطرہ موجود ہو۔ مثلاً ایک شخص کو تپ چڑھا رہا ہے۔ تو اب جس روز اس کا بخار اترے گا۔ اسی روز اس کے لئے روزہ رکھنا فرض نہیں ہو جائے گا۔ بلکہ جب بخار سے پیدا شدہ کمزوری دور ہو جائے گی۔ تو اس وقت اس کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہوگا۔ لیکن جو بلوغت سے پہلے کا زمانہ ہوتا ہے۔ اور جسے

نیم بلوغت کا زمانہ

کہا جا سکتا ہے۔ اس میں انسان کبھی کبھی روزہ چھوڑ بھی سکتا ہے۔ تا اسکی طاقتیں اس قدر نشوونما حاصل کر لیں۔ کہ بعد کی زندگی میں اسے کوئی تکلیف محسوس نہ ہو۔ اسی لئے میں نے اس خطبہ میں کہا تھا۔ کہ بچوں کو گیارہ بارہ اور تیرہ سال کی عمر سے کچھ نہ کچھ روزے رکھوانے شروع کر دینے چاہئیں۔ کیونکہ اگر کوئی شخص ۱۸ سال تک ایک روزہ بھی نہیں رکھے گا۔ تو اس سے یہ امید نہیں کی جا سکے گی۔ کہ وہ انیسویں سال رمضان کے سارے روزے رکھے۔ بھلا جس شخص نے ۱۸ سال تک کوئی روزہ نہیں رکھا۔ اس کے اندر انیسویں سال ایسی طاقت کہاں سے آ جائے گی۔ کہ وہ سارے روزے رکھنے شروع کر دے گا۔ اس کی صورت یہی ہے۔ کہ اٹھارہ سال کی عمر میں وہ بیس۔ بائیس یا پچیس چھبیس روزے رکھے۔ اور انیسویں سال سارے روزے رکھے۔ ہاں اگر کوئی بہت زیادہ کمزور ہو۔ جیسے خلقی طور پر بعض بچے اچھے قوت لے کر نہیں آتے۔ وہ اگر انیس سال سے پہلے پندرہ سولہ یا سترہ اٹھارہ روزے بھی رکھ لیتے ہیں۔ اور باقی چھوڑ دیتے ہیں۔ تو یہ ان کے لئے جائز ہوگا۔ لیکن عام طور پر ایسے کمزور بچے نہیں ہوتے۔

خلقی طور پر کمزور اور بیمار بچے

بہت کم ہوتے ہیں۔ اور بالعموم پندرہ سولہ سال کے بعد بچوں میں اچھی خاصی طاقت آ جاتی ہے۔ تاہم اس عمر میں سب بچوں سے یہ امید رکھنا کہ وہ لازمی طور پر تمام روزے رکھیں۔ اور کسی ایک روزہ کو بھی ترک نہ کریں۔ درست نہیں۔ اور اسی بات سے میں نے دوستوں کو منع کیا تھا۔ کیونکہ اس طرح اعضاء اور قوتوں کا نشوونما رک جائے گا۔ اور جب کسی کی طاقتیں کمزور ہو جائیں گی۔ تو آئندہ عمر میں اسے سارے روزے چھوڑنے پڑیں گے۔ لیکن یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں۔ جو گو چھوٹی عمر کے ہوتے ہیں۔ مگر ان کی طاقتیں اتنی اچھی ہوتی ہیں۔ کہ وہ آسانی کے ساتھ تمام روزے رکھ سکتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضؓ پندرہ سال کے تھے۔ جب انہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے۔ کہ میں سارا سال روزے رکھتا چلا جاؤں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ سارا سال روزے رکھنے جائز نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا۔ اچھا تو پھر میں مہینہ میں سے دس دن چھوڑ دوں گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ بھی جائز نہیں۔ آخر ان کے بڑے اصرار اور بار بار کہنے کے بعد رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں صرف اتنی اجازت دی کہ ایک دن روزہ رکھ لیا کرو۔ اور دوسرے دن نہ رکھا کرو۔ جب وہ بوڑھے ہو گئے۔ تو وہ کہا کرتے تھے۔ کہ کاش میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور ایسی گستاخی کا ارتکاب نہ کرتا۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ مجھے اپنے عہد کو نباہتے ہوئے التزام کے ساتھ ہر دوسرے دن روزہ رکھنا پڑتا ہے۔ مگر اب میری قوت اس بوجھ کو برداشت نہیں کرتی۔ تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضؓ کے پندرہ سال کی عمر میں ہی ایسے مضبوط قوے تھے۔ کہ وہ سمجھتے تھے۔ میں اگر سارا سال بھی روزے رکھتا چلا جاؤں۔ تو رکھ سکتا ہوں۔ ایسی قوتیں رکھنے والا اگر آج بھی کوئی نوجوان موجود ہو۔

اور وہ ابھی اٹھارہ سال کی عمر کو نہ پہنچا ہو۔ تو اٹھارہ سال کی عمر سے پہلے ہی رمضان کے سارے روزے رکھ سکتا ہے۔ اور اس کا یہ کہنا کہ میں نے فتویٰ دیا ہوا ہے۔ کہ اٹھارہ سال سے پہلے کوئی نوجوان سارے روزے نہ رکھے۔ سخت نادانی اور حماقت ہوگی۔ اگر تو روزہ ایک چٹی ہو۔ تو پھر تو اسے بے شک بہانوں سے ٹالا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر روزہ خدا تعالیٰ کا فضل۔ احسان اور انعام ہے۔ تو پھر اس کو چھوڑنے میں اسی کا نقصان ہے۔ جو روزہ رکھنے سے گریز کرتا ہے۔ پس یاد رکھو۔

میرا فتوےٰ

گناہ کے متعلق ہے۔ یعنی ایسا انسان جو ابھی بلوغتِ تامہ کو نہیں پہنچا۔ وہ محض کمزوری کی وجہ سے اگر روزہ چھوڑتا ہے۔ تو وہ گنہگار نہیں۔ لیکن بلوغت تامہ کے بعد صرف کمزوری کے خوف سے اگر کوئی ایک روزہ بھی چھوڑتا ہے۔ تو وہ گنہگار ہے۔ وہ صرف اس کمزوری کی وجہ سے روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ بیماری ہو۔ ورنہ اگر کسی کے قوےٰ اچھے ہوں۔ اور روزوں سے اسے کوئی تکلیف نہ ہوتی ہو۔ تو چاہے وہ اٹھارہ سال کی عمر کو نہ پہنچا ہو۔ اسے چاہیئے۔ کہ وہ روزے رکھے۔

تھوڑے ہی دن ہوئے۔ ایک عورت نے اپنے ایک عزیز کے متعلق جو گیارہ بارہ سال کا ہے۔ مجھ سے پوچھا۔ کہ وہ روزے رکھتا ہے۔ اور منع کرنے سے باز نہیں آتا۔ اور یوں اسکی صحت پر کوئی بُرا اثر نہیں۔ تو کیا ہم اسے روزے رکھنے دیں؟ تو میں نے جواب دیا۔ کہ جب صحت پر کوئی بھی بُرا اثر نہیں۔ تو روزے رکھنے دو۔ ہاں اگر کمزوری نظر آئے۔ تو چھڑوا دینا۔ تو ایسے بچے

اٹھارہ سال سے کم عمر میں بھی روزے

رکھ سکتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی بچہ دوسروں کی نقالی میں روزے رکھتا ہے۔ یا بچوں کے دکھاوے کے لئے روزے رکھتا ہے۔ اور اس سے اسکی طاقتوں پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ تو ہمارا فرض ہے۔ کہ اسے روزے رکھنے سے روکیں۔ کیونکہ ہمارا کام جہاں یہ ہے۔ کہ ہم بچوں کو روزے رکھوائیں۔ وہاں یہ بھی ہمارا ہی کام ہے۔ کہ اگر ہمارا بچہ کمزور یا بیمار ہو۔ تو اسے روزے نہ رکھنے دیں۔ بچوں میں عام طور پر یہ شوق ہوتا ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے سے پوچھتے رہتے ہیں۔ "تو نے کتنے روزے رکھے"۔ اور وہ جواب دیتا ہے۔ کہ دس۔ اس پر دوسرا پوچھتا ہے۔ کہ "تو نے کتنے روزے رکھے" اور جب یہ جواب دیتا ہے۔ کہ آٹھ۔ تو شرمندہ ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے کو یہ کہنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ کہ میں نے زیادہ روزے رکھے۔ تو بچوں میں ایک قسم کی رقابت ہوتی ہے۔ اگر محض اسی رقابت کی وجہ سے کوئی بچہ روزے رکھتا ہے۔ تو ہمارا فرض ہے۔ کہ اسے روکیں۔ کیونکہ اگر ہم اس عمر میں اسے روزے رکھنے سے نہیں روکیں گے۔ تو بلوغت کے بعد جو اسے تیس یا چالیس یا پچاس سال عمر ملے گی۔ اس میں وہ اپنی طاقت کی کمزوری کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکے گا۔ اور اسی طرح دین کے دوسرے کاموں میں بھی عمدگی سے حصہ نہیں لے سکے گا۔ پس اس وجہ سے کہ وہ بعد کی عمر میں دین کی خدمت زیادہ عمدگی سے کر سکے۔ اس عمر میں جو نشو و نما کی عمر ہوتی ہے۔

کمزور بچوں کو مسلسل روزے رکھنے سے روکنا

ہمارا فرض ہے۔ اور یہ امر دین کے خلاف نہیں بلکہ اسلام کے عین مطابق ہے۔

ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جہاد کے لئے تشریف لے گئے۔ تو آپ نے اعلان فرمایا۔ کہ آج روزہ داروں سے بے روز بڑھ گئے۔ درحقیقت اس سفر میں بعض صحابہ رضؓ نے نفلی روزہ رکھا ہوا تھا۔ یا ابھی سفر میں روزہ رکھنے کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ مجھے اس وقت صحیح یاد نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جب منزل پر پہنچے۔ اور افطاری کا وقت ہو گیا۔ تو جو روزہ دار تھے۔ وہ تو روزے کھول کر لیٹ گئے۔ اور جو بے روز تھے۔ انہوں نے خیمے لگائے۔ خندقیں کھودیں۔ اور لشکر کے لئے لکڑی پانی وغیرہ کا انتظام کیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ دیکھا۔ تو فرمایا۔ کہ آج روزہ داروں سے بے روز بڑھ گئے۔ یعنی جس کام کے لئے ہم نکلے تھے۔ اس کا موقعہ ان کو ملا۔ جو بے روز تھے۔ ان کو نہ ملا۔ جو روزہ دار تھے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص میدان جہاد میں روزہ رکھ لیتا۔ اور افطاری کے وقت پانی پی پی کر پیٹ بھر لیتا ہے۔ اور کوئی کام کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ روزہ رکھ کر اس نے نیکی کی۔ بلکہ ہم کہیں گے۔ کہ اس نے بدی کی۔ کیونکہ ہر کام کا ایک موقعہ اور محل ہوتا ہے۔ اور اگر ایک نیکی کسی دوسری نیکی میں روک بن جاتی ہے۔ تو وہ نیکی یا تو بدی بن جاتی ہے۔ یا

ادنےٰ درجہ کی نیکی

کہلاتی ہے۔ وہاں چونکہ ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صرف اتنا فرمایا۔ کہ روزہ داروں سے بے روز بڑھ گئے۔ لیکن فرض کرو۔ اگر اس وقت جہاد ہو رہا ہوتا۔ اور مسلمانوں کو جاتے ہی کفار سے لڑائی کرنی پڑتی۔ اور روزہ دار بوجہ روزہ رکھنے کے لڑائی میں شامل نہ ہو سکتے۔ تو ان کا روزہ ان کے لئے گناہ بن جاتا۔ تو موقعہ اور محل ہوتا ہے۔ جس کے ماتحت کوئی نیکی بڑھ جاتی ہے۔ اور کوئی کم ہو جاتی ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جب کوئی پوچھتا۔ کہ میں نیکی کا کونسا کام کروں۔ تو آپؐ ہمیشہ اس کے

مناسب حال نیکی کا کام

بتایا کرتے تھے۔ مثلاً ایک نے پوچھا۔ کہ سب سے بڑی نیکی کونسی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ ماں کی خدمت۔ ایک اور نے پوچھا۔ کہ سب سے بڑی نیکی کونسی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ نماز کا اپنے وقت پر ادا کرنا۔ پھر تیسرے نے پوچھا۔ کہ سب سے بڑی نیکی کونسی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا جہاد۔ گویا کسی کو کچھ جواب دے دیا۔ اور کسی کو کچھ۔ اب ایک نادان تو یہ سمجھیگا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نعوذ باللہ غلط جواب دیا۔ کسی کو کوئی بڑی نیکی بتا دی۔ اور کسی کو کوئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم موقعہ اور محل کو دیکھ کر نیکی کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ وہ شخص جسے آپ نے یہ فرمایا۔ کہ تیرے لئے سب سے بڑی نیکی یہ ہے۔ کہ تو اپنی ماں کی خدمت کیا کر۔ ممکن ہے۔ اسکی ماں بڑھیا ہو۔ اور اسکی طبیعت ایسی ہو۔ کہ بیوی بچوں کی طرف اسے زیادہ رغبت ہو۔ اور ماں کی خدمت کو وہ کوئی زیادہ اہمیت نہ دیتا ہو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے اس نقص کو دیکھ کر یہ فرما دیا۔ کہ تمہارے لئے سب سے بڑی نیکی یہ ہے۔ کہ تم اپنی ماں کی خدمت کیا کرو۔ اس کے مقابلہ میں ایک اور شخص تھا۔ جو اپنی ماں سے تو محبت رکھتا تھا۔ آجکل بھی بعض لوگ اپنی ماؤں کے لئے جانیں دے دیتے ہیں۔ لیکن وہ جہاد میں جانے سے ہچکچاتا تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے فرما دیا۔ کہ تمہارے لئے سب سے بڑی جہاد ہے۔ اسی طرح جو نماز میں سست تھا۔ اسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ فرما دیا۔ کہ تمہارے لئے سب سے بڑی نیکی نماز کا اپنے وقت پر ادا کرنا ہے۔ اسی طرح کسی کے لئے سب سے بڑی نیکی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔ کسی کے لئے سب سے بڑی نیکی چندہ دینا ہوگی۔ اور کسی کے لئے سب سے بڑی نیکی حج کرنا ہوگی۔

آجکل کے امراء کے لئے حج

میں سمجھتا ہوں سب سے بڑی نیکی ہے۔ کیونکہ باوجود مال و دولت کے وہ کبھی حج کے لئے نہیں جاتے۔ اور جو لوگ حج پر جاتے ہیں۔ ان میں سے سو میں سے ننانوے ایسے ہوتے ہیں۔ جن پر حج واجب نہیں ہوتا۔ میں جب حج کے لئے گیا۔ تو ایک حاجی میرے پاس آیا۔ اور اس نے مجھ سے کچھ مانگا۔ حضرت نانا جان صاحب مرحوم میرے ساتھ تھے۔ انہوں نے اسے کہا۔ کہ اگر تمہارے پاس کچھ تھا نہیں۔ تو تم حج کے لئے آئے کیوں؟ وہ کہنے لگا میرے پاس بہت روپے تھے۔ مگر سب خرچ ہو گئے۔ حضرت نانا جان مرحوم نے پوچھا۔ کہ کتنے روپے تھے۔ وہ کہنے لگا۔ جب میں بمبئی پہنچا تھا۔ تو میرے پاس پینتیس روپے تھے۔ اور میں نے ضروری سمجھا۔ کہ حج کر آؤں۔ تو وہ پینتیس روپوں کو ہی بہت سمجھتا تھا۔ مگر مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو پینتیس ہزار بلکہ پینتیس پینتیس لاکھ روپے رکھتے ہیں۔ اور پھر وہ حج کے لئے نہیں جاتے۔ ہندوستان میں چھ سو سے اوپر ریاستیں ہیں۔ اور ان میں پینتیس چھتیس کے قریب

مسلمانوں کی ریاستیں

ہیں۔ اور یہ تمام ریاستیں پچیس تیس ہزار سے بارہ کروڑ روپیہ تک کی آمدن کی ہیں۔ مگر ان ریاستوں کے مالکوں میں سے شاید کسی کو بھی حج نصیب نہیں ہوا۔ پھر مسلمانوں میں بڑے بڑے تعلقہ دار ہیں۔ اور وہ بھی آٹھ دس ہزار سے لے کر چالیس پچاس لاکھ روپیہ تک کی سالانہ آمد رکھتے ہیں۔ مگر ان میں سے شاید سو میں سے ایک یا ہزار میں سے ایک حاجی ہوتا ہو۔ لیکن غرباء میں بہت حاجی نظر آتے ہیں۔ ایک شخص ساری عمر تھوڑا تھوڑا روپیہ جمع کرتا رہتا ہے۔ اور جب دو تین سو روپیہ اس کے پاس اکٹھا ہو جاتا ہے۔ تو وہ

تمام عمر کا اندوختہ

لے کر حج کے لئے چل پڑتا ہے۔ حالانکہ اسی روپیہ پر اس کے بیوی بچوں کی آئندہ زندگی کا مدار ہوتا ہے۔ وہ اگر اس روپیہ سے اچھے بیل خرید لے یا کچھ ایکڑ زمین لے لے۔ تو اس کے بیوی بچوں کے لئے سہولت پیدا ہو سکتی ہے۔ لیکن وہ اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ اور روپیہ اٹھاتا اور حج کے لئے چل پڑتا ہے۔

تو امراء کے لئے سب سے بڑی نیکی حج ہے۔ کیونکہ حج میں وہ سب سے زیادہ کوتاہی کرتے ہیں۔ اسی طرح امراء میں یہ نقص بھی ہوتا ہے۔ کہ وہ

نمازیں نہیں پڑھتے

سارا دن شطرنج کھیلیں گے۔ ٹینس کھیلیں گے بیڈمنٹن کھیلیں گے۔ برج وغیرہ انگریزی کھیلیں کھیلتے رہیں گے۔ مگر نماز نہیں پڑھیں گے۔ اور جب ان سے پوچھا جائے۔ تو وہ کہہ دیں گے۔ کہ کیا کریں۔ فرصت ہی نہیں ملتی۔ پھر کچھ امراء اس وہم میں مبتلا رہتے ہیں۔ کہ ہمارا کپڑا پاک نہیں۔ ایک دفعہ حیدرآباد کے ایک

بڑے نواب صاحب

جو نظام حیدرآباد کے رشتہ داروں میں سے ہیں۔ مجھ سے ملنے آئے۔ میں نے ان کو جو نصیحتیں کیں۔ ان میں سے ایک نصیحت یہ بھی تھی۔ کہ آپ نمازیں پڑھا کریں۔ وہ کہنے لگے۔ میں نماز تو پڑھتا ہوں۔ ہاں سفر میں نماز رہ جاتی ہے۔ کیونکہ سفر میں پوری صفائی نہیں ہوتی۔ اور اس طرح نماز چھوڑ دینی پڑتی ہے۔ چنانچہ کہنے لگے۔ دیکھئے، سفر میں پوری صفائی کہاں ہو سکتی ہے۔ ریل کے گدیلے پر بیٹھا جاتا ہے۔ اور وہ کہاں صاف ہوتے ہیں۔ اسی طرح پاخانے صاف نہیں ہوتے۔ اور نجاست کے چھینٹے کپڑوں پر آ پڑتے ہیں۔ اس وجہ سے نمازیں پڑھنی مشکل ہو جاتی ہیں۔ میں نے کہا۔ آپ کا یہ خیال غلط ہے۔ آپ کو نماز بہرحال پڑھنی چاہیئے۔ بے شک

کپڑوں کی صفائی

بھی ضروری ہے۔ لیکن اگر صفائی کسی وجہ سے نہ ہو سکے۔ تو انہی کپڑوں سے نماز پڑھ لیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں۔ کہ اگر آپ کے پاس کپڑوں کا ایک ہی جوڑا ہو۔ اور وہ پیشاب میں ڈوبا ہوا ہو۔ اور اتنا وقت نہ ہو۔ کہ آپ صفائی کر سکیں۔ تو انہی کپڑوں میں نماز پڑھ لینی چاہیئے۔ بے شک صفائی بھی ضروری چیز ہے۔ لیکن جب تک صفائی کا وقت ہو۔ اس وقت تک صفائی کریں۔ اور جب

نماز کا وقت

آ جائے۔ تو اس وقت نماز کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ خواہ کپڑوں سے کتنی ہی غلاظت لگی ہوئی ہو۔ کیونکہ نماز تمام چیزوں سے مقدم ہے۔ اور اسے کسی صورت میں بھی ترک کرنا جائز نہیں۔ غرض میں نے نماز پڑھنے کے متعلق بہت ہی زور دیا۔ اور اس کا ان پر اتنا اثر ہوا۔ کہ انہوں نے اپنے نوکروں کو حکم دے دیا۔ کہ صبح مجھے نماز کے لئے ضرور جگا دیا جائے۔ اور اگر میں نہ اٹھوں۔ تو بے شک مجھے چارپائی سے گرا دینا۔ کیونکہ اس نصیحت کے بعد آج نماز نہ پڑھنا میں بہت بڑا گناہ سمجھتا ہوں۔ امراء عموماً جلدی سو جایا کرتے ہیں۔ مگر اس روز وہ مجھ سے کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اس لئے انہیں کافی رات گئے سونا پڑا۔ جب صبح کا وقت ہوا۔ تو نوکروں نے انہیں اٹھایا۔ وہ بڑی مشکل سے اٹھ تو بیٹھے۔ مگر پھر لیٹ گئے۔ آخر پکڑ پکڑا کر وہ انہیں نماز کے لئے چھوٹی مسجد میں لائے۔ مسجد میں بیٹھ کر بھی وہ اونگھتے ہی رہے۔ اور اونگھتے اونگھتے ہی انہوں نے نماز پڑھی۔ لطیفہ یہ ہوا۔ کہ جب نماز کے بعد وہ جانے لگے۔ تو نیند کی حالت میں کسی کی پرانی سڑی ہوئی جوتی پہن کر چل پڑے۔ رستہ میں نوکر نے جو ان کو کسی کی پھٹی پرانی جوتی پہنے دیکھا تو کہا۔ حضور آپ نے یہ کیا پہنا ہوا ہے۔ اس آواز پر وہ کچھ بیدار ہوئے۔ اور اپنے پاؤں کی طرف دیکھ کر حیران ہو گئے۔ آخر اپنے نوکر سے کہنے لگے۔ کہ جلدی سے یہ جوتی وہاں جا کر رکھ آؤ۔ کسی نے دیکھ لیا۔ تو وہ یہ نہ کہے۔ کہ میں مسجد سے جوتی چرا لایا ہوں۔ حالانکہ ان کا اپنا جوتا پچیس تیس روپے کا ہوگا۔ اور وہ جوتی پھٹی پرانی تھی۔ کوئی کہہ ہی کس طرح سکتا تھا۔ کہ انہوں نے پچیس تیس روپے جوتے کے بدلہ میں ایک پھٹی پرانی جوتی چرائی۔ مگر انہوں نے نوکر سے کہا۔ جلدی جانا ایسا نہ ہو۔ کہ کوئی مجھے یہ کہہ دے۔ کہ میں اسکی جوتی چرا لایا ہوں۔ آخر نوکر مسجد میں آیا۔ اور وہاں سے جوتا بدل کر لے گیا۔

تو بعض لوگ اس وہم کی وجہ سے نماز نہیں پڑھا کرتے۔ کہ شاید ان کے کپڑے صاف نہیں۔ حالانکہ یہ کوئی معقول عذر نہیں۔ پھر امراء کا میں کیا کیا عیب گنواؤں۔ ان کے لئے تو

روزہ رکھنا

بھی بڑی مشکل چیز ہے۔ کہتے ہیں۔ کوئی امیر آدمی تھا۔ اس نے ایک دن کسی مولوی کے وعظ سے متاثر ہو کر روزہ رکھ لیا۔ مگر ابھی ظہر ہی ہوئی تھی۔ کہ وہ بھوک کے مارے مرنے لگا۔ بھلا ایک دن میں جنہیں بیس بیس مرتبہ کھانے کی عادت ہو۔ وہ کس طرح صبر کر سکتے ہیں۔ آخر تنگ آ کر اس نے نوکر کو آواز دی۔ اور کہا کہ دیکھو شام کی اذان ہوئی ہے۔ یا نہیں۔ اس نے کہا حضور ابھی شام کہاں۔ ابھی تو سورج نصف النہار پر کھڑا ہے۔ کہنے لگا۔ پھر تو میری موت آ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے پھر نوکر کو آواز دی اور کہا۔ دیکھنا مغرب کی اذان تو نہیں ہوئی۔ اس نے کہا۔ ابھی تو مغرب میں بہت دیر ہے۔ کہنے لگا۔ اچھا مُلّا کو بلاؤ۔ مُلّا آیا۔ تو کہنے لگا۔ روزہ کس وقت کھولا جاتا ہے۔ اس نے کہا شام کے وقت۔ وہ کہنے لگا۔ پھر میرا کیا بنے گا۔ میں تو اس وقت تک مر جاؤں گا۔ ملاں نے کہا۔ پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس نے کہا۔ اچھا یہ بتاؤ۔ اگر میں روزہ توڑ دوں تو میرے لئے کیا سزا ہے۔ اس نے کہا۔ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ وہ یہ سُنکر بہت خوش ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اس مُلّا کو انعام دو۔ اور ساٹھ مسکینوں کے کھانے کا ابھی انتظام کر دو۔ میں روزہ توڑ دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے روزہ توڑ دیا۔ اور کہنے لگا۔ الحمد للہ۔ اسلام بھی کیسا بابرکت مذہب ہے۔ کہ اس نے انسان کو ہر قسم کی سہولتیں دے رکھی ہیں۔ اور کسی موقعہ پر بھی کوئی تکلیف پیش نہیں آتی۔ اس نے اپنی طرف سے سمجھا۔ کہ روزانہ گھر میں کئی کئی کھانے تو پہلے ہی پکتے ہیں۔ آج اگر ساٹھ مسکینوں کو میں نے کھانا کھلا دیا۔ تو کونسی بڑی بات ہوگی۔ حالانکہ یہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی سزا اس کے لئے ہے۔ جو جذبات نفسانی کے جوش کے ماتحت غلطی سے روزہ توڑ دیتا ہے۔ اس کے لئے نہیں۔ جو دیدہ دانستہ روزہ توڑے۔ اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا کر سمجھ لے۔ کہ چھٹی ہو گئی۔ اب اس کا کوئی جرم نہیں رہا۔ جو شخص دیدہ دانستہ روزہ چھوڑتا ہے۔ وہ

خدا تعالےٰ کا مجرم

ہے۔ اور کوئی ظاہری سزا اس کا کفارہ نہیں ہو سکتی۔ تو امراء کے لئے میں کونسی چیز گناؤں۔ ان کے لئے تو ساری عبادتیں ہی بڑی نیکیاں ہیں۔ مگر پھر بھی چونکہ دنیا میں مختلف الانواع لوگ رہتے ہیں۔ اس لئے کسی کے لئے حج بڑی نیکی ہے۔ کسی کے لئے زکوٰۃ بڑی نیکی ہے۔ کسی کے لئے روزہ بڑی نیکی ہے۔ کسی کے لئے نماز بڑی نیکی ہے۔ اسی اصل کے ماتحت جو لوگ روزہ رکھنے میں سستی کرتے ہوں۔ ان کے لئے روزہ رکھنا سب سے بڑی عبادت ہے۔ اگر وہ اپنے نفس میں یہ محسوس کرتے ہیں۔ کہ ان سے روزہ رکھنے میں سستی ہو جاتی ہے۔ تو انہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ان کے لئے بڑی عبادت روزہ ہے۔ اگر وہ روزے رکھیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کے قرب کو زیادہ جلدی حاصل کر لیں گے۔ یہ نہیں۔ کہ ان کے لئے دوسری عبادتیں معاف ہو جائیں گی۔ معاف تو کوئی عبادت بھی نہیں ہو سکتی۔ البتہ ان کے لئے

اللہ تعالیٰ کے قرب کا حصول

زیادہ تر روزوں پر ہی مبنی ہوگا۔ اور اس نیکی کا انہیں اور نیکیوں کے مقابلہ میں زیادہ ثواب ملیگا۔ پس نیکیوں میں سے کسی ایک نیکی کا ترک کرنا بھی گناہ ہے۔ لیکن نیکیوں میں سے اسی نیکی کو اختیار کرنے میں زیادہ ثواب ہے۔ جس کے بجا لانے میں انسان سے سستی ہو جایا کرتی ہو۔ پس وہ لوگ جو روزہ رکھنا اپنے لئے ایک قسم کا بوجھ سمجھتے ہیں۔ انہیں روزہ رکھنے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اور اس بہانہ سے اس حکم کو ٹالنا نہیں چاہیئے۔ کہ روزہ رکھنے سے انہیں کمزوری ہو جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ جو کچھ میں نے کہا۔ اور جو کچھ میں آج بھی کہتا ہوں۔ وہ صرف یہ ہے۔ کہ ۱۸ سال سے پہلے صرف کمزوری کی بناء پر کبھی کبھی روزہ رکھنا جائز ہے۔ مگر کمزوری سے میری مراد معمولی ضعف نہیں جو عام طور پر روزوں کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہی کرتا ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ انسان کو ایسا محسوس ہو۔ کہ وہ روزہ برداشت نہیں کر سکے گا۔ پس جب تک بلوغت تامہ نہ ہو۔ اس وقت تک محض اس وجہ سے کسی نہ کسی دن روزہ چھوڑ دینا جائز ہے۔ اور وہ لوگ جو پابندی کے ساتھ اپنے بچوں سے جو ابھی بلوغت تامہ کو نہیں پہنچے۔ رمضان کے تمام روزے رکھواتے ہیں۔ ان کے متعلق میں آج بھی اسی یقین پر قائم ہوں۔ کہ وہ گنہگار ہیں۔ کیونکہ آج تو وہ دباؤ ڈال کر اپنے بچوں سے روزے رکھوا لیں گے۔ مگر اس کے نتیجہ میں وہ ایسے کمزور ہو جائیں گے۔ کہ بقیہ ساری عمر روزے رکھنے سے محروم رہیں گے۔ پس کمزور بچوں کو محض کمزوری کی وجہ سے

روزوں میں ناغے

کر لینے جائز ہیں۔ لیکن بلوغت کے بعد محض کمزوری کی بناء پر روزوں میں ایک ناغہ کرنا بھی جائز نہیں۔ اس وقت صرف ایسی ہی کمزوری کی وجہ سے روزہ چھوڑا جا سکتا ہے۔ جس کے متعلق ڈاکٹر کی یہ رائے ہو۔ کہ اگر اس حالت میں روزہ رکھا گیا۔ تو یہ بیمار ہو جائے گا۔ مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ میں نے خود کئی لوگوں کو دیکھا ہے۔ جو روزہ نہیں رکھتے۔ اور جب ان سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ کیوں نہیں رکھا۔ تو جواب دیتے ہیں۔ کہ روزہ رکھنے سے ہمیں بڑا ضعف ہو جاتا ہے۔

حالانکہ روزہ تو شریعت نے مقرر ہی اس لئے کیا ہے۔ کہ انسان کچھ کمزور ہو۔ اسلئے تو مقرر نہیں کیا۔ کہ روزہ رکھنے والا پہلے سے زیادہ موٹا ہو جائے۔ مگر ہمارے ملک کے مسلمان امراء کی یہ حالت ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ ان کے روزے ان کے لئے خوید کا کام دیتے ہیں۔ یعنی جس طرح گھوڑے کو خوید دی جائے۔ تو وہ موٹا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح رمضان کے ایام میں انہیں دن رات کھانے کا فکر رہتا ہے۔ شام ہوتی ہے۔ تو سحری کے لئے تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ اور صبح ہوتی ہے۔ تو انہیں افطاری کا فکر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ نوکروں میں سے کوئی تو پکوڑے تل رہا ہوتا ہے۔ کوئی سویاں پکا رہا ہوتا ہے۔ کوئی بادام اور پستہ تیار کر رہا ہوتا

ہے۔ کوئی فرنی بنا رہا ہوتا ہے۔ کوئی یخنی بنانے میں مشغول ہوتا ہے۔ اور کوئی یاقوتی تیار کرنے میں مصروف ہوتا ہے۔ غرض سارا دن گھر میں ایک آفت بپا رہتی ہے۔ اور جب خدا خدا کر کے روزہ افطار ہوتا ہے۔ تو اسی وقت سے سحری کا فکر ہو جاتا ہے۔ اور وہ نوکروں کو ہدایات دینی شروع کر دیتے ہیں۔ کہ صبح مرغا تیار ہو۔ ساتھ پراٹھے پکائے جائیں۔ اور مکھن وغیرہ کا بھی انتظام ہو۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ روزے رکھانے سے شریعت کی تو یہ غرض ہوتی ہے۔ کہ انسان کچھ ریاضت کا عادی ہو جائے۔ اور غربا کی حالت کا اسے علم حاصل ہو جائے۔ مگر وہ ان روزوں کے بعد پہلے سے دوگنے موٹے ہو جاتے ہیں۔ پس روزوں کی یہ غرض نہیں۔ بلکہ روزوں کی غرض یہ ہے۔ کہ انسان کے اندر بھوک اور پیاس کی تکلیف کو برداشت کرنے کا مادہ پیدا ہو۔ اور امراء کو اپنے غریب بھائیوں کی امداد کا احساس ہو۔ جو شخص کبھی بھوکا نہ رہے۔ اسے غربا کی امداد کا کہاں خیال آسکتا ہے۔ لیکن جو شخص خود روزہ رکھے گا۔ اور بھوک کی تکلیف کو محسوس کرے گا۔ اسے غریب بندوں کی تکلیف کا بھی احساس ہوگا۔ پس امراء پر بہت بڑی ذمہ واری عائد ہے۔ وہ شریعت کے ان احکام کو اس قدر و منزلت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ جس قدر و منزلت کی نگاہ کے ساتھ انہیں ان احکام کو دیکھنا چاہیئے۔ بلکہ بعض امراء تو دین کی حقیقت سے اتنے ناواقف ہوتے ہیں۔ کہ وہ افطاری اور سحری تو ضروری سمجھتے ہیں۔ مگر روزہ رکھنا ضروری نہیں سمجھتے۔ تو یہ چیز ایسی ہے۔ جس سے بچنا چاہیئے۔ مگر ایسے کمزور بچوں کو جن کی طاقتوں اور قوتوں نے ابھی پورے طور پر نشوونما حاصل نہ کیا ہو۔ روزوں میں وقفہ دے دینا شریعت کے خلاف نہیں۔ بلکہ اگر کوئی اس پر اعتراض کرتا ہے۔ تو وہ میرے نزدیک

کٹھ حجت ملّا

ہے۔ کیونکہ وہ چند روزوں کی خاطر اسکی تمام عمر برباد کرتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں وہ نوجوان جس میں کافی طاقت پائی جاتی ہے۔ اور پھر بھی وہ روزہ نہیں رکھتا۔ محض اس وجہ سے کہ اسکی عمر ابھی اٹھارہ سال کی نہیں ہوئی۔ وہ بھی بیدین ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اسے جو سہولت دی تھی۔ اس سے وہ ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے۔ پس یہ دونوں ہی غلط راستہ پر ہیں۔ وہ جو کسی کمزور بچے سے زبردستی روزے رکھواتا ہے۔ اور اس سے یہ امید کرتا ہے۔ کہ وہ ایک روزہ کا بھی ناغہ نہ کرے۔ وہ بھی ظالم اور کٹھ حجت ملّا ہے۔ اور وہ جو طاقت کے باوجود محض اس بہانہ کی آڑ میں روزہ نہیں رکھتا۔ کہ ابھی اسکی عمر کم ہے۔ وہ بھی دین سے تمسخر کرتا۔ اور اللہ تعالےٰ کی محبت کی بجائے اسکی دشمنی مول لیتا ہے۔

ہاں یہ یاد رکھو۔ کہ روزوں میں عادت کا بھی بہت کچھ دخل ہوتا ہے۔ بے شک ۱۸ سال سے قبل ہم ہر بچہ سے توقع نہیں رکھ سکتے۔ کہ وہ تمام روزے رکھیگا۔ مگر ماں باپ کا یہ فرض ضرور ہے۔ کہ وہ اس عمر میں انہیں روزے رکھنے کی عادت ڈالیں۔ کیونکہ اگر ان رخصت کے ایام میں انہیں روزے رکھنے کی عادت نہیں ہوگی۔ تو انیسویں سال وہ کبھی سارے رمضان کے روزے نہیں رکھ سکیں گے۔ انیسویں سال وہی شخص رمضان کے تمام روزے رکھ سکتا ہے۔ جس نے گیارہ بارہ سال سے روزے رکھنے کی مشق شروع کر دی ہو۔ اور اٹھارویں سال تک قریبًا تمام روزے رکھنے کا عادی ہو گیا ہو۔ ورنہ اگر وہ اس رخصت سے ناجائز فائدہ اٹھائے گا۔ تو شاید ساری عمر ہی بہانے بناتا رہیگا اور کبھی بھی سارے روزے نہیں رکھ سکے گا۔

میرا اپنا تجربہ یہ ہے۔ کہ قادیان میں ایسے کئی نوجوان موجود ہیں۔ جو معمولی معمولی بہانوں کی آڑ میں روزہ چھوڑ دیتے ہیں۔ مثلاً کوئی کہہ دیتا ہے۔ کہ روزہ رکھنے سے مجھے پیچش ہو جاتی ہے۔ کوئی کہتا ہے مجھے کمزوری اور ضعف ہو جاتا ہے۔ اور یہ صرف بہانہ ہوتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی رخصت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ اچھے تندرست لوگوں کو مستثنےٰ کرتے ہوئے باقی سب لوگوں کو ابتدائی روزوں میں کوئی نہ کوئی تکلیف ضرور ہو جاتی ہے۔ خود میری یہ حالت ہے۔ کہ شروع سے ایک دو روزوں میں مجھے شام کے وقت سر درد کا دورہ ہو جایا کرتا ہے۔ میرے معدے میں ترشی زیادہ ہے۔ اور فاقہ کی وجہ سے اس ترشی کا زور دماغ کی طرف ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے سر درد شروع ہو جاتا ہے۔ مگر ایک دو دن کے بعد وہ ترشی ماری جاتی ہے۔ اور پھر سر درد نہیں ہوتا۔ اب اگر اس قسم کے سر درد کو میں بیماری قرار دے دوں۔ تو شاید ایک دو روزوں کے سوا کبھی کوئی روزہ نہ رکھ سکوں۔ تو اس قسم کے بہانوں کی وجہ سے روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔ مگر بلاوجہ سختی کر کے یونہی خیال کر کے کہ فلاں بارہ یا تیرہ سال کی عمر میں ہی بالغ ہو گیا ہے۔ اس سے تمام روزے رکھوانا بھی جائز نہیں۔ بلکہ بارہ تیرہ سال کی بھی شرط نہیں۔ میں تو یہ بھی مان سکتا ہوں۔ کہ کوئی شخص آٹھ سال کی عمر میں ہی بالغ ہو جائے۔ مگر یہ کوئی قانون نہیں ہوگا۔ طبّی طور پر جو ایک مسلّمہ قانون ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ ۱۸ سال کی عمر بلوغت تامہ کا زمانہ ہے۔ بعض کی بلوغت تامہ بائیس سال کی عمر میں بھی ہوتی ہے۔ مگر ایسے لوگ بہت قلیل ہوتے ہیں۔ زیادہ تر جن بچوں نے اپنا قد نکالنا ہوتا ہے۔ وہ اٹھارہ سال تک نکال لیتے ہیں۔ اور ان کی قوتیں بھی نشوونما حاصل کر لیتی ہیں۔ بعد میں بھی گو ایک خاص عمر تک ان قوتوں میں نشوونما ہوتا رہتا ہے۔ مگر وہ بہت کم ہوتا ہے۔ اس نشوونما کے زمانہ میں بچے پر یہ زور دینا کہ وہ ضرور تیس روزے رکھے۔ اس کی صحت کو خراب کرنا اور اسے آئندہ کے لئے کام کے ناقابل بنانا ہے۔ مگر جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں۔ اس عمر کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر اسکو ضائع کر دیا گیا۔ تو اس کا بھی بچے کو نقصان پہنچے گا۔ بلکہ جیسے مدرسہ کی پڑھائی میں تدریجًا اضافہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ماں باپ کا فرض ہے۔ کہ وہ اس زمانہ میں اپنے بچوں کو ہر سال کچھ نہ کچھ روزے رکھواتے چلے جائیں۔ کچھ روزے بارہ سال کی عمر میں رکھوائیں۔ پھر کچھ روزے بڑھا کر تیرہ سال کی عمر میں رکھوائیں۔ اسی طرح چودھویں پندرھویں سولھویں اور سترھویں سال اس کے روزوں میں اضافہ کرتے چلے جائیں۔ یہاں تک کہ اٹھارھویں سال اگر وہ طاقتور ہے۔ تو اسے تمام روزے رکھوائے جائیں۔ اور اگر کمزور ہے۔ تو دو چار چھڑوا دیئے جائیں۔ تاکہ جب وہ اپنی عمر کے انیسویں سال میں داخل ہو۔ تو ایک روزہ بھی نہ چھوڑے۔ اگر اس طرح اسے پہلے سے روزوں کی عادت نہیں ہوگی۔ تو انیسویں سال وہ کبھی سارے روزے نہیں رکھ سکے گا۔ بلکہ کچھ روزے رکھیگا اور کچھ چھوڑ دے گا۔ اسی طرح بیسویں سال کچھ روزے رکھے گا۔ اور کچھ چھوڑ دے گا۔ اور کئی سال کے بعد وہ اس حالت پر آئے گا۔ کہ رمضان کے تمام روزے رکھے۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ اس عرصہ میں اس کے دل پر زنگ لگ جائے۔ اور جو روزے وہ چھوڑ دے۔ انہیں دوبارہ نہ رکھے۔ تم غور کر کے دیکھ لو۔ اپنے دوستوں اور ہمسایوں پر بھی نظر دوڑا کر معلوم کر لو۔ کہ کتنے لوگ ایسے ہیں۔ جن سے اگر کوئی روزہ رہ جاتا ہے۔ تو وہ بعد میں رکھ لیتے ہیں۔ نماز کے متعلق تو ہمیں یہ دکھائی دیتا ہے۔ کہ جب کسی سے کوئی نماز رہ جاتی ہے۔ تو وہ دوسری نماز کے وقت اسے ادا کر لیتا ہے۔ لیکن رمضان کے روزوں کے متعلق ہمیں یہ تعہد نظر نہیں آتا۔ جو لوگ تقویٰ شعار ہوتے ہیں۔ وہ تو بعد میں روزے رکھ لیتے ہیں۔ مگر عام طور پر اسکی کوئی پروا نہیں کی جاتی یا زیادہ سے زیادہ لوگ یہ کر لیتے ہیں۔ کہ شوال میں ان سے جتنے روزے رکھے جا سکتے ہیں۔ رکھ لیتے ہیں۔ اور باقی روزے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ نتیجہ اسی بات کا ہے۔ کہ نوجوانوں کو آغاز جوانی سے روزے رکھنے کی عادت نہیں ڈالی جاتی۔ اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصتوں سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ پس میں اس خطبہ کے ذریعہ

جماعت کے تمام دوستوں کو نصیحت

کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جو سہولتیں رکھی ہوئی ہیں۔ ان کا ادب کرو۔ اسکی رخصتوں کا احترام کرو۔ اور ان سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ہر بادشاہ کی ایک رکھ ہوتی ہے۔ جس میں کسی کو اپنے جانور چرانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اسی طرح خدا کی بھی ایک رکھ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رکھ اس کے محارم ہیں۔ جو شخص ان محارم کے قریب اپنے نفس کو چراتا ہے۔ وہ ایک نہ ایک دن خدا تعالیٰ کی رکھ میں گھس جائے گا۔ اور اسکی ناراضگی اور غضب کا مورد بن جائے گا۔ پس تم اللہ تعالیٰ کی رخصتوں سے ناجائز فائدہ مت اٹھاؤ۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے ان رخصتوں کو تقویٰ کی ترقی کا ذریعہ بنایا ہے۔ نہ کہ تقویٰ کی تباہی کا۔

اعلان واپسی روپیہ تحریک قرضہ ایک لاکھ

قرضہ ایک لاکھ کی واپسی کی جارہی ہے۔ اگر کسی دوست کا روپیہ ۳۱-۱۰-۴۱ تک واجب الادا ہو۔ اور وہ واپس لینا چاہیں۔ تو وہ رسید بھیجکر اپنا روپیہ دفتر ہذا سے واپس لے سکتے ہیں۔ (ناظر بیت المال)

اعلان

میرے انعامی اشتہارات مشروط بشرائط اور سال چھ ماہ کے میعادی ہوا کرتے ہیں۔ یعنی خدائی فیصلہ و نبیوں کا باپ۔ صداقت احمدیت و سکھ نومسلم گریجوایٹ کی پکار وغیرہ۔ عبد الرحمٰن (مہر سنگھ)

براہین احمدیہ علیہ السلام ہر چہار حصص

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرکۃ الآرا اور مقبول عام کتاب **براہین احمدیہ** ہر چہار حصص بکڈپو نے دوستوں کے پیہم تقاضا پر زر کثیر صرف کر کے بڑے اہتمام سے چھپوانی شروع کی ہے۔ اس میں حضور علیہ السلام نے قرآن مجید کی افضلیت اس کا بے مثل ہونا۔ اسلام کی فضیلت اور الہام کی حقیقت پر سیر کن بحث کی ہے۔ اور ایسے عجیب اور لطیف دلائل رقم فرمائے ہیں۔ کہ مخالف سے مخالف بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ روپیہ کی قلت کی وجہ سے بہت تھوڑی تعداد میں چھپوائی جا رہی ہے۔ جن دوستوں کی درخواستیں **یکم دسمبر** تک دفتر بکڈپو میں پہنچ جائیں گی۔ ان سے رعایتی قیمت مجلد تین روپیہ آٹھ آنہ علاوہ محصولڈاک لی جاوے گی۔ لیکن جو تساہل سے کام لیں گے۔ اور وقت مقررہ کے بعد آرڈر دینگے ان سے اصل قیمت چار روپیہ (للعہ) علاوہ محصولڈاک وصول کی جائے گی۔ کتابت اور طباعت کا نہایت عمدہ اہتمام کیا گیا ہے۔ سائز ۲۰×۲۶/۸ ہے۔ کتاب یا بذریعہ وی۔پی یا پیشگی قیمت آنے پر روانہ کی جائے گی۔ نوٹ:۔ پہلے تین حصے چھپ چکے ہیں۔ جنکی قیمت ڈیڑھ روپیہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا امتحان دینے والے احباب فوراً طلب فرماویں

نوٹ:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستر کتابوں کا سٹ جسکی سابقہ قیمت **پچاس روپیہ** تھی۔ اب صرف **پچیس روپیہ** میں خریدیں۔

ملنے کا پتہ:۔ **نیجر بکڈپو تالیف واشاعت قادیان۔**

فوراً منگوا لیں

ماہ رمضان المبارک میں جو رعایتی اعلان کیا گیا تھا۔ اس سے فائدہ اٹھانے والوں نے نہایت ہی پسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ اور مجھے شکریہ کے خطوط لکھے ہیں۔ جو موجود ہیں۔ اس لئے جن دوستوں نے تاحال فائدہ نہیں اٹھایا۔ ان کے لئے ایک اور موقعہ دیتے ہوئے کچھ مدت اور رعایت قائم رکھی جاتی ہے۔ دوست جلدی بواپسی ڈاک مطلوبہ کتب منگوا لیں۔ پھر موقعہ نہیں ملے گا۔ یہ رعایت صرف ۱۰ نومبر ۴۰ء سے ۳۰ نومبر ۴۰ء تک رہے گی۔ ہاں یہ غور فرمالیں۔ کہ کتب کا وی۔پی منگوا کر واپس نہ کریں۔ صرف وہی دوست وی۔پی طلب کریں۔ جو وصول کرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ کیونکہ ایک غریب آدمی کا خواہ مخواہ کا نقصان کرانا اچھا نہیں ہے۔

حمائل شریف مترجم بطرز تیسیرنا القرآن:۔ جس کا لفظی ترجمہ جناب علامہ حافظ روشن علی صاحب و مولوی محمد اسماعیل صاحب فاضل رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا۔ جس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۱۹ء میں چھپ کر چند دنوں میں جلدی ہی ختم ہو گیا تھا۔ پھر بوجہ ختم ہو جانے کے مدت سے احباب اس کے بے حد متلاشی اور بے صبری کے ساتھ انتظار کر رہے تھے۔ کہ کب چھپے۔ اسلئے اس کا دوسرا ایڈیشن نہایت عمدگی سے لکھوائی چھپائی اور سفید بڑھیا کاغذ لگا کر چھاپا گیا ہے۔ جلد پر سنہری ٹھپہ ہے۔ کاغذ سفید ڈمی ہے جو کہ بڑا مضبوط اور پائیدار ہوتا ہے۔ جس پر سرکاری کتب چھپتی ہیں۔ اس کا ہدیہ پہلے مبلغ تین روپیہ تھا۔ اب اشاعت بڑھانے اور ثواب کو مدنظر رکھتے ہوئے اسکا ہدیہ نصف یعنی عہ۸ ہے۔ اور چند دنوں کے لئے عہ/ کر دیا ہے۔ تاکہ غریب امیر اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اور کوئی شاکی نہ رہے۔ احباب کرام خیال فرما دیں۔ کہ کہاں مبلغ تین روپیہ اور کہاں عہ۸ اور اب صرف ایک روپیہ دو آنہ (علاوہ محصولڈاک) اتنی سستی حمائل شریف مترجم بطرز تیسیرنا القرآن اور پھر لطف یہ کہ ترجمہ لفظی اور پھر علامہ جناب حافظ روشن علی صاحب مرحوم مغفور رضؓ کا ترجمہ جو کہ کسی دوسری جگہ سے ملنا مشکل کیا امر محال ہے۔ اسلئے دوستوں کو فوراً خرید لینی چاہیئے۔ کیونکہ پھر ختم ہونے پر تیسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا جبکہ کاغذ اور دیگر سامان طباعت نہایت گراں ہیں۔ قرآن مجید مترجم بطرز تیسیرنا القرآن منظور شدہ نظارت تالیف وتصنیف بلحاظ کاغذ و جلد کے جن پر سنہری ٹھپہ ہے۔ مبلغ عا۸ والا عہ۲/ اور عہ۴ والا عہ۱۲/ اور سے روالا عا۱۲۔ حمائل شریف مترجم ترجمہ سید سرور شاہ صاحب مبلغ عہ/ احمدیہ پاکٹ بک عہ/ فتاوی حضرت مسیح موعودؑ جس میں حضرت مسیح موعودؑ کے تمام فتوی عقائد۔ عبادات و معاملات کے متعلق سب درج ہیں۔ قیمت مجلد عہ/۔ سیرت المہدی از صاحبزادہ میاں بشیر احمدؐ صاحب ایم اے سلمہ اللہ حصہ اول و دوسرا ایڈیشن مجلد عہ/۔ سیرت النبیؐ از حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جس میں آنحضرت صلعم کے حالات زندگی درج ہیں۔ اصلی قیمت عا اکٹھی تینوں کتابوں کی قیمت للعہ کی بجائے عا۸۔ ملفوظات احمدؑ عہ رعایتی ۱۲/۔ ذکر حبیب عہ رعایتی ۱۲/۔ بشارات رحمانیہ عہ رعایتی ۱۲/۔ بائیبل کی بشارات بحق سرور کائنات مجلد ۸/ رعایتی ۶/۔ سلسلہ کتب اسلام کا مکمل سٹ عہ مجلد عہ رعایتی عہ/۔ ان کے علاوہ میٹرک کے سالانہ امتحان کے لئے مختلف قسم کی پاکٹیں موجود ہیں۔ مثلاً جغرافیہ۔ تاریخ انڈیا و انگلستان۔ حساب۔ الجبرا۔ جومیٹری انگلش محاورات و سائنس وغیرہ جن پر ہیڈ ماسٹروں کے اچھے اچھے ریمارکس ہیں۔ اصلی قیمت ۶/ رعایتی ۵/

[illegible]

سرمہ ممیرا خاص اور اکسیر چشم کے متعلق شہادت

(۱) سید عبد الواحد صاحب دہلی سے فرماتے ہیں۔ کہ میرے برادر معظم جناب مولوی سید عبد القادر صاحب احمدی کو لیڈ وا سسٹنٹ بکس کلرک دفتر گورنر جنرل کی آنکھیں سخت دماغی محنت کے باعث گھبرا جاتی تھیں۔ خصوصاً بائیں آنکھ کو باریک انگریزی حروف پڑھنے میں دقت محسوس ہوتی تھی۔ انہیں آپ کا سرمہ ممیرا خاص استعمال کرایا گیا۔ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ صرف چند روز کے استعمال سے ہی ان کی یہ شکایت قطعاً دور ہو گئی۔ واقعی آپ کا یہ حیرت انگیز سرمہ ایک لاجواب چیز ہے۔

(۲) ماسٹر علی محمدؐ صاحب مسلم حویلی لکھا ضلع منٹگمری سے فرماتے ہیں۔ مجھے ۱۹۱۸ء سے ککروں کی شکایت چلی آتی ہے۔ اور ہفتہ میں دو بار کاسٹک ٹچ کرانا پڑتا ہے۔ آنکھوں سے پانی بھی بہتا ہے۔ لیکن سرمہ اکسیر چشم کے استعمال سے کاسٹک ٹچ کرانے کی ضرورت نہیں رہی۔ اور آنکھوں سے پانی بہنا بھی بند ہو گیا ہے۔ سرمہ اکسیر چشم نہایت ہی مفید چیز ہے۔

سرمہ ممیرا خاص۔ یہ سرمہ ایک پرانے اور مجرب نسخہ کے مطابق تیار کیا گیا ہے۔ اور پرانی آشوب چشم خصوصاً جو نزلہ یا دماغی یا اعصابی کمزوریوں کی وجہ سے ہو۔ اسی طرح نظر کی کمزوری اور دھبہ کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوا ہے۔ پرانے ککروں اور آنکھ کی سرخی کے لئے مفید ہے قیمت فی تولہ عا۶ ماشہ عہ۳ ماشہ ۱۰/

سرمہ اکسیر چشم۔ یہ سرمہ آنکھوں کی سب بیماریوں کے لئے مفید ہے۔ خصوصاً نئے اور پرانے ککروں کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ نیز ناخنہ وغیرہ امراض کے لئے مجرب ہے۔ قیمت فی تولہ عا۸ ۶ ماشہ عہ۲ ۳ ماشہ ۱۲/

تریاق کبیر۔ یہ دواخانہ خدمت خلق کا تیار کردہ ہے۔ اس تریاق کا ہر گھر میں موجود ہونا ضروری ہے۔ یہ تریاق جملہ امراض کے لئے از حد مفید ہے۔ مثلاً اسہال۔ بخار۔ کھانسی۔ نزلہ۔ پیٹ درد۔ جگر کی خرابی۔ کان کی درد۔ دانت درد۔ سستی۔ قبض کے نقصانات۔ جوڑوں کا درد۔ متلی۔ قے۔ ہیضہ۔ غرض بیسیوں بیماریاں ہیں۔ جن میں اس کا ایک ایک قطرہ مریض کے لئے آب حیات کا کام دے سکتا ہے۔ قیمت چھوٹی شیشی ۸/ درمیانی شیشی عہ/۔ بڑی شیشی عا۸۔

تریاق کے متعلق ایک شہادت:۔ سید جلال الدین صاحب کشمیری فرماتے ہیں۔ مجھے دو سال سے معدے کی سخت تکلیف تھی۔ جس کی وجہ سے ایک چھٹانک غذا ہضم ہونی مشکل ہو گئی تھی۔ پھر میں نے دواخانہ خدمت خلق سے تریاق کبیر لیا۔ اسے شروع کئے چند دن ہی گزرے ہوں گے۔ کہ اس نے حیرت انگیز فائدہ کیا ہے۔ کھانا وغیرہ بخوبی ہضم ہو جاتا ہے۔ اور خوب بھوک لگتی ہے۔ اور خدا کے فضل سے جو بدنی سستی۔ کمزوری وغیرہ تھی۔ اسمیں بھی فائدہ ہو رہا ہے۔ ملنے کا پتہ:۔ **دواخانہ خدمت خلق قادیان (پنجاب)**

ثنائی علمی گلکاریاں

(۲)

فاروق مورخہ ۲۸ ۹/۱۹ کی اشاعت میں خاکسار نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے اعتراض کا جواب شائع کرایا۔ اس میں ایک۔ لفظ کا ترجمہ غلط تھا۔ اگرچہ اس غلطی کو محل استدلال سے کوئی تعلق نہ تھا۔ تاہم اگلی اشاعت میں اسکی نمایاں تصحیح شائع کردی گئی۔ مگر مولوی صاحب نے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا لیتے ہوئے اس لفظ کو لے کر ایک مضمون لکھ مارا۔ اور خاکسار کو برا بھلا کہہ کر دل کی بھڑاس نکال لی۔ حالانکہ ۷ ر اکتوبر کو غلطی کی تصحیح شائع ہوکر ۸ کو ان کی خدمت میں اخبار پہنچ چکا تھا لیکن باوجود اس ازالے کے پھر بھی مولوی صاحب نے ۲۵ ر اکتوبر کو مضمون شائع کیا۔ یہ تو نہیں ہوسکتا۔ کہ مولوی صاحب نے اصلاح شدہ غلطی پڑھی نہیں۔ اور جلدی میں مضمون شائع ہوگیا۔ کیونکہ اشاعت مذکورہ کے اڑھائی ہفتہ بعد اعتراض کیا گیا ہے۔ خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی۔ مولوی صاحب جانیں اور ان کا کام۔ وہ اس امر کے عادی ہوچکے ہیں۔

اور ؎

ہر کہ گیرد علتی علت شود

اب وہ ایسی حرکات سے باز نہیں آسکتے۔ اس اشاعت میں اور اس سے پہلے ۱۲ اکی اشاعت میں مولوی صاحب نے حدیث لو کان الایمان معلقاً بالثریا الخ پر یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ یہ پیشگوئی نہیں۔ کہ (حضرت) مرزا صاحب اس کے مصداق ہوں۔ بلکہ ”یہ آنحضرت صلعم نے سلمان فارسی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ کہ یہ شخص اس ذہین قوم میں سے ہے۔ جس کی شان ہے۔ کہ اگر دین ثریا پر بھی ہوتا۔ تو ان میں سے ہر ایک آدمی اس کو لے آتا“ (اہلحدیث ۱۲)

ہمارے دعویٰ کا ثبوت کافیہ کی یہ عبارت ہے

”ان للاستقبال وان دخلت فی الماضی ولو عکسہ۔ یعنی حرف ان مستقبل کے لئے آتا ہے۔ اور لو ماضی کے لئے“ (اہلحدیث ۲۵)

اگرچہ مؤخر الذکر حوالہ بعد کا ہے۔ تاہم میرا جواب اس پر بھی حاوی تھا۔

خلاصہ جواب:۔ میں نے ان کے اس دعویٰ کو غلط ثابت کرنے کے لئے (۱) لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا۔ (۲) لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا پیش کیں۔ یہ آیتیں بقید لو استمراریہ دلالت کررہی ہیں۔ اور آیات (۱) ولو تری او وقفوا علی النار الخ (۲) لو ردوا لعادوا لما نھوا عنہ الخ (۳) ولو تری اذ الظالمون باسطوا ایدیھم۔ الخ۔

سوائے مؤخر الذکر کے باوجودیکہ لو کے ساتھ فعل ماضی ہے۔ استقبال پر دال ہیں۔ اور آخری آیت میں امر اور حال ہونے کے باوجود لو کی وجہ سے زمانہ مستقبل پر دلالت کرتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ اس پر مولوی صاحب نے کافیہ والی مذکورہ بالا عبارت پیش کی ہے۔

جواب الجواب:۔ مولوی صاحب نے یہ حوالہ پیش کرکے یا چوری کی ہے۔ یا حق پوشی۔ اور اظہار بے علمی بھی۔ چوری اسلئے کہ آپ نے ایک ایسی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ جو مسلم تو ہے۔ مگر بطور خلاصہ اور مجمل۔ اس کتاب میں مسلمہ طور پر نحو کے تمام اصول بمع فروعات نہیں ہیں۔ جیسا کہ میں انشاءاللہ آگے چل کر ایسے حوالے پیش کروں گا۔ جو اس اصول کے خلاف ہیں۔ حق پوشی اسلئے کہ آپ نے لو کی تمام بحث مطالعہ کی ہے۔ تو پھر آپ نے اصول ادھورا پیش کیا ہے۔

اظہار لاعلمی اس لئے کہ کسی لفظ کا محل استعمال نحو نہیں۔ بلکہ لغت بتایا کرتی ہے۔ نحو تو صرف یہ بتائے گی۔ فلاں فلاں حرف کلمے کے آخر جزم۔ نصب۔ جر یا رفع دیتے ہیں۔ یا حروف شرط یہ اثرات پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ لغت کی مشہور کتاب اقرب الموارد میں لو کے نیچے لکھا ہے۔

لو حرفٌ علی ستۃ اقسام ...... الثانی من اقسام لو ان تکون حرف شرط فی المستقبل .... کقولہ ؎ ولو تلتقی اصداؤنا بعد موتنا حتیٰ کان مستقبلاً کانت لو بمعنی ان۔ کہ حرف لو چھ طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جن میں سے دوسری قسم یوں ہے۔ کہ لو بطور شرط استعمال ہو۔ اور زمانہ مستقبل پر دلالت کرے۔ جیسا کہ ایک مشہور استاد کا شعر ہے۔ لو تلتقی اصداؤنا بعد موتنا۔ لیکن جب لو بمعنی استقبال استعمال ہو۔ تو اس وقت وہ بمعنی ان آتا ہے۔ یعنی ان کی جگہ لو اور لو کی جگہ ان رکھا جائے۔ تو معنوں میں کوئی تغیر نہیں ہوتا“۔

اب کہاں گیا آپ کا یہ دعویٰ اور کافیہ کا حوالہ کہ لو خواہ ماضی پر داخل ہو۔ خواہ استقبال پر معنے ماضی کے ہی ہوں گے۔

مولوی صاحب ہمارا دعویٰ یہ ہے۔ کہ لو استقبال کے لئے بھی آتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم نے حدیث مذکور میں اسے مستقبل (زمانہ آئندہ) کے متعلق ہی بطور پیشگوئی فرمایا ہے۔ مزید ثبوت کے لئے دو حدیثیں پیش کرتا ہوں۔

عن عبد اللہ ابن عمر قال قال رسول اللہ صلعم ما علی الارض احد یقول لا الٰہ الا اللہ ...... الا کفرت عنہ خطایاہ ولو کانت مثل زبد البحر (ترمذی باب فصل التسبیح) کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ زمین پر ایک بھی ایسا شخص نہیں۔ کہ جو لا الٰہ الا اللہ وغیرہ تحمید کرے۔ تو اسکی خطائیں معاف نہ ہوں۔ (لو) اگرچہ وہ خطائیں ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہی کیوں نہ ہو۔

اسی باب میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ ان کانت مثل زبد البحر کہ آپ نے لو کے لفظ کی بجائے ان فرمایا۔ لیکن معنوں میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے دوران کلام میں حرف لو بھی استعمال فرمایا۔ اور حرف ان بھی۔ لیکن معنوں میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ اب کہاں گیا آپ کا کافیہ اور استدلال۔ کہ حرف ان جب بھی کسی فعل پر آئے۔ تو اسے بمعنی مستقبل اور لو خواہ فعل مستقبل پر آئے تو اسے ماضی کے معنوں میں بدل دیتا ہے۔ آپ صاحب کافیہ علامہ ابن حاجب کی عبارت سے استدلال کرتے ہیں اور ہم لغت محاورہ عرب اور نحو کی روشنی میں اور نبی کریم صلعم کے فرمان کے مطابق استدلال کرتے ہیں۔ کیا اہلحدیث اسی قسم کے غیر مقلد ہیں۔

آپ نے پہلی اشاعت میں حماسہ کا یہ شعر بھی پیش کیا تھا۔ لو کنت من مازن الخ کہ اگر میں مازن قوم سے ہوتا۔ تو میرے اونٹ چوری نہ کئے جاتے۔ اور اس سے آپ نے استدلال کیا تھا۔ کہ لو فعل ماضی سے مختص ہوتا ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں (ہم سے مراد میں اور میرے دوسرے احمدی بھائی ہیں) کہ لو بمعنی ماضی آتا ہے۔ لیکن حصر کرنا کہ صرف ماضی ہی میں آتا ہے۔ اسی حماسہ میں ایک شعر امیہ ابن ابی صلت کا یوں آیا ہے۔

ولو انّنی فی نار مسعرۃ

ثم استطاعت لزادت فوقھا حطبا

کہ اگر میری بہو مجھے بھڑکتی ہوئی آگ میں دیکھے۔ اور اس کے بس کی بات ہو۔ تو بجائے مجھ پر رحم کھانے کے میری آگ کو اور بھی تیز کرے گی۔ یہاں بھی مذکورہ بالا حوالوں کی طرح لو بقید فعل ماضی زمانہ آئندہ سے مختص ہے۔ محاورہ قرآن پہلے مضمون میں عرض کرچکا ہوں۔ حدیث۔ لغت اور محاورہ عرب پیش خدمت ہے۔ امید ہے۔ کہ آپ غور فرمائیں گے۔ اگرچہ اسے پیشگوئی ثابت کرنے کے لئے فرمان نبوی ہی کافی تھا۔ جو لکھا جاچکا ہے۔ کہ نبی کریم صلعم نے خود ہی لما یلحقوا بھم کی تفسیر فرمائی ہے۔ کہ یہ لوگ آئندہ زمانے میں داخل اسلام ہوں گے۔

تاہم میں مولوی صاحب کی تسلی کے لئے کہ اہلحدیث لوگ حدیث کو قرآن سے افضل خیال کرتے ہیں۔ اور اسے قرآن پر قاضی سمجھتے ہیں۔ بعض حدیثیں ایسی پیش کرتا ہوں۔ جن میں لو استعمال ہوا ہے۔ اور وہاں کسی صورت میں بھی ماضی مراد نہیں ہوسکتی۔ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) عن جابر رض قال قال رسول اللہ صلعم لو قد جاء نی مال البحرین لقد اعطیتک ھکذا۔ ھکذا۔ ھکذا۔ فلم یجیٔ حتیٰ قبض الخ۔ فرمایا۔ بحرین سے اگر روپیہ آئیگا۔ تو میں تجھ کو اتنا اتنا (لپ بھر کر) دونگا۔ مگر یہ مال آپ کی زندگی میں نہیں آیا۔ (بخاری)

(۲) لولا اخر المسلمین ما فتحت قریۃ الا قسمتھا بین اھلھا کما قسم النبی صلعم خیبرا (بخاری) کہ اگر مجھے بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہو۔ تو میں بھی نبی کریم صلعم کی طرح مفتوحہ علاقہ تقسیم کردیا کروں۔

(۳) لو سألتنی ھٰذہ القطعۃ ما اعطیتکھا ولن تعدو امر اللہ فیک الخ (بخاری) کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسیلمہ کذاب سے فرمایا۔ کہ اگر تو مجھ سے اس کھجور کی چھڑی کا ٹکڑا بھی مانگے گا۔ تو اتنا بھی تجھ کو نہ دوں گا۔ الخ ترجمہ کردہ مولوی الٰہی بخش صاحب۔

(۴) لو دُعیت الی کراع لاجبت ولو اُھدی الی ذراعٌ او کراعٌ لقبلت (بخاری بحوالہ تحفۃ الاخیار) کہ اگر میں دعوت میں پائے (پاؤنچے) کے کھانے کے لئے بھی بلایا جاؤں۔ یا میرے ہاں کوئی پائے ہی بھیج دے۔ تو بھی میں خوشی سے قبول کرلوں گا۔

(۵) لو انکم لم تکن لکم ذنوبٌ یغفرھا اللہ لجاء اللہ بقوم لھم ذنوبٌ فیغفرھا اللہ لھم۔ (مسلم ۲) کہ اگر تمہارے گناہ نہ ہوں۔ کہ خدا تمہیں معاف کیا کرے۔ تو خدا تعالیٰ کوئی اور قوم لائے۔ جو گنہگار ہو۔ اور اللہ تعالیٰ انہیں معاف کیا کرے۔

حدیثیں تو اور بھی ہیں۔ مگر ؎

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

نحوی ثبوت:۔ آپ نے ابن حاجب کی کتاب

کافیہ سے عبارت نقل کی ہے۔ میں اس کے مقابل پر فرا کا قول پیش کرتا ہوں۔ اور فرا وہ صاحب ہیں۔ جو مسلمہ طور پر امام اور متقدم ہیں۔ یعنی سب سے پہلے جس شخص نے قواعد نحو مرتب کئے۔ اور باب باندھے۔ وہ فرا ہیں ان سے پہلے لغت عرب میں نحو کی ترتیب اور باب ہرگز نہ تھے۔ اور پھر انہی کے شاگرد سیبویہ ہیں۔ جن کے نام سے نحو زندہ ہے۔ (دیکھو مقدمہ ابن خلدون)

علامہ زمخشری اپنی کتاب المفصل میں تحریر فرماتے ہیں۔ وزعم الفراء ان لو تستعمل فی الاستقبال کان۔ کہ علامہ فراء کہتے ہیں۔ کہ جس طرح ان مستقبل یعنی زمانہ آئندہ کے لئے آتا ہے۔ اسی طرح لو بھی زمانہ آئندہ کے لئے آتا ہے۔ پس ہمارا یہ دعویٰ کہ لو کان الایمان الخ والی حدیث پیشگوئی ہے۔ درست اور صحیح ہے۔ کیوں اسلئے کہ حرف لو آئندہ پر بھی دلالت کرتا ہے۔ قرینہ یہ ہے۔ کہ اس کے معنے ماضی میں نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ اگر اسے زمانہ گذشتہ کے متعلق مانا جائے۔ تو یہ واقعات کے سراسر خلاف ہے۔ کہ اگر نبی کریم سے پہلے ایمان دنیا میں نہ ہوتا۔ تو سلمان رضؓ کی غیور قوم اسے واپس لے آتی۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ کہ نبی کریمؐ سے قبل دنیا میں جہالت ہی جہالت تھی۔ پھر کہاں تھے آپ کے غیور آتش پرست کہ ایمان لاتے اور دنیا کو جہالت سے نکالتے۔ یا تو آپ تسلیم کریں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ایمان کامل طور پر دنیا میں موجود تھا۔ یا تسلیم کریں۔ کہ جہالت ہی جہالت تھی۔ حضورؐ نے آکر دنیا میں ایمان پھیلایا۔ کوئی ایرانی یا دنیا کا دوسرا آدمی یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔ ہاں آئندہ کے متعلق آپؐ نے فرمایا ہے۔ کہ ولقد یاتی علی الناس زمان لا یبقی من القرآن الا رسمہ ولا یبقی من الایمان الا اسمہ۔ کہ امت محمدیہؐ پر وہ زمانہ آنے والا ہے۔ کہ ایمان نہیں رہیگا اس وقت ایمان دوبارہ لانے کی ضرورت ہوگی۔ چنانچہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے آپ کے اہلحدیث بھائی مولوی وحید الزمان صاحب جن کی مترجم بخاری کا آپ کے اخبار میں بطور فخر اشتہار شائع ہوتا رہتا ہے۔ یوں لکھتے ہیں:۔ قرطبی نے کہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ نے جیسا فرمایا تھا۔ ویسا ہی ہوا۔ بہت سے حدیث کے حافظ اور امام ملک فارس میں ہوئے۔ میں (وحید الزمان) کہتا ہوں۔ ان لوگوں سے مراد امام بخاری اور مسلم اور ترمذی وغیرہ ہیں۔ (بخاری مترجم پارہ ۲۲ صفحہ ۵۹)

ترمذی کے حاشیے پر ہے۔ والمراد بالذین لم یلحقوا بہم اهل العجم من التابعین لحقوا با اصحابة کذا فی اللمعات۔ صفحہ ۱۶۷۔

کہ حدیث لو کان ایمان الخ سے مراد اہل فارس کے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو صحابہؓ کے بعد مسلمان ہوئے۔ مشہور شرح لمعات میں بھی اسی طرح بیان ہے۔ سنیوں نے اس پیشگوئی کا مصداق امام ابوحنیفہ رح لکھا ہے۔ چنانچہ تحفۃ الاخیار کی شرح میں اس حدیث کے نیچے لکھا ہے۔ "کہ اگر امام اعظم رح نہ ہوتے۔ تو دین کا بھید لوگوں کو سمجھنا مشکل ہو جاتا۔"

غرض حدیث زیر بحث کے استدلال پر اجماع ہے۔ کہ یہ پیشگوئی ہے۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ مختلف جماعتوں نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس کے مصداق الگ الگ بیان کئے ہیں۔ اور ایک وہ ہستی ہے۔ جو اسکی حقیقی مصداق ہے۔ جس کی مخالفت میں مولوی صاحب نے تمام شواہد و واقعات فرمان خدائی اور ارشاد نبوی پر پانی پھیر کر سب سے آگے بڑھنے کی کوشش کی ہے۔ آپ نے لکھا ہے۔ کہ مرزا صاحب کا الہام ہے انی مهین من اراد اهانتك۔ کہ میں جو شخص تیری توہین کا ارادہ کرے گا۔ میں اسے ذلیل کروں گا۔ مگر مرزا صاحب کے حق میں یہ کبھی صادق نہیں آیا۔ ان کی توہین کرنے والوں کی توہین کبھی نہیں ہوئی۔ بلکہ تعظیم ہوتی رہی ہے۔

اگر تو خدا اور اس کے رسول کے فیصلہ پر فیصلہ کرنا یعنی دنیا کے سامنے ایسا علمی خزانہ کھولنا جس کا (معاذ اللہ) خدا اور اس کے رسول دونوں کو علم نہ ہو۔ عزت اور تعظیم ہے۔ تو پھر بے شک آپ کی اور آپ کے ہم نواؤں کی تعظیم و تکریم ہے۔ اور اگر ایسی جرأت کرنے والے گستاخ و بے ادب اور ناقابل تعظیم ہوتے ہیں۔ تو پھر آپ کا مقام سب سے بلند ہے۔

کیا آپ کو حدیث لو کان بعدی نبی لکان عمر یاد نہ رہی۔ کیا وہ ماضی کے لئے نہیں؟ اور آپ نے ساری عمر اس کے ماضی ہونے کی تردید کی ہے۔ ان واقعات سے ظاہر ہے۔ کہ آپؐ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کرنی ہے۔ خواہ کسی طرح سے ہو۔ اور یہ طریق قرآن کریم نے تعظیم و تکریم اور صاحب عزت لوگوں کو نہیں بتلایا۔ انشاء اللہ اگر ضرورت ہوئی۔ تو نہایت ہی شرافت سے آئندہ واقعات کی روشنی میں بتایا جائے گا۔ کہ آپ کو دنیا میں وہ ذلتیں نصیب ہوئی ہیں جو شاید ہی کسی دوسرے کو نصیب ہوئی ہوں (ایڈیٹر [illegible])

مخالفین کے پروپیگنڈے کے متعلق منتظمہ کمیٹی جامع مسجد دہلی کا بیان

مندرجہ بالا عنوان سے مجلس منتظمہ جامع مسجد دہلی نے ایک پمفلٹ شائع کر کے ایڈیٹر صاحب "پیشوا" و ایڈیٹر صاحب "دین و دنیا" کے تمام اعتراضات کا جو انہوں نے غلط پروپیگنڈا کے طور پر امام صاحب و کمیٹی جامع مسجد دہلی کے خلاف تحریری و تقریری کئے تھے۔ مفصل مکمل اور مدلل جواب دیا ہے۔ جس سے یقین غالب ہے۔ کہ معترضین آئندہ ایسی غلط بیانی کر کے پبلک کو حیرانی و پریشانی میں نہیں ڈالیں گے۔ اسلئے ہم منتظمہ کمیٹی جامع مسجد دہلی کی استدعا پر یہ تمام پمفلٹ آگاہی عام کے لئے فاروق میں شائع کرتے ہیں۔ تاکہ بدظن مسلمان اس کو پڑھ کر حسن ظن کی طرف مائل ہو کر غلطی میں نہ پڑیں۔ (ایڈیٹر)

ایک عرصہ سے عزیز حسن صاحب ایڈیٹر پیشوا و حریت اور شوکت علی فہمی صاحب ایڈیٹر دین و دنیا اپنے رسالوں اور اخباروں نیز پوسٹروں پمفلٹوں اور نجی تحریرات و خطوط کے ذریعہ منتظمہ کمیٹی جامع مسجد دہلی اور امام صاحب جامع مسجد کے خلاف تکرار و تسلسل کے ساتھ نہایت غلط اشتعال انگیز و اہانت آمیز پروپیگنڈا کر کے مسلمان پبلک اسلامی اخبارات اور اداروں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی انتہائی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لئے کمیٹی جامع مسجد مناسب سمجھتی ہے۔ کہ ان حضرات کی غلط بیانیوں کو ظاہر کر کے ان کی غلط فہمیوں کو رفع کرے۔ جن میں تردید نہ ہونے کی وجہ سے ناواقف اور دہلی سے باہر کے مسلمان بآسانی مبتلا ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ:۔

۱۔ یہ کہنا کہ جامع مسجد کے حسابات چالیس سال سے آڈٹ نہیں ہوئے۔ اور نہ شائع کئے گئے۔ بالکل غلط ہے۔ جامع مسجد کے حسابات ذمہ وار و مستند آڈیٹروں سے آڈٹ کرائے گئے ہیں۔ اور شائع کئے گئے ہیں۔ صرف چند سال کے حسابات جو ابھی شائع نہیں ہوئے۔ وہ بھی عنقریب شائع ہو جائیں گے۔

۲۔ ان حضرات کا یہ ظاہر کرنا کہ باوجود شکستہ ہونے کے جامع مسجد کی مرمت نہیں کی جاتی۔ اور وہ کس مپرسی کی حالت میں ہے۔ اور کھنڈر ہو رہی ہے۔ انتہا درجہ کی دیدہ دلیری اور غلط بیانی ہے۔ جامع مسجد دہلی روزانہ لاکھوں نگاہوں کے سامنے ہے۔ اگر خدانخواستہ عمارت کا کوئی ایک حصہ بھی منہدم ہو جاتا۔ تو کیا اسکی عام شہرت نہ ہو جاتی۔ اور اس سے تمام ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک عام اضطراب پیدا نہ ہو جاتا۔ مگر خدا کا شکر ہے۔ کہ ایسا نہیں ہے۔

اس مایہ ناز تاریخی مسجد کی عمارت کے قیام و بقا اور تحفظ کے معاملہ کو ہر معاملہ پر مقدم سمجھا گیا ہے۔ اور بوجہ کہنگی قدرتاً جو کمزوری پیدا ہو گئی ہے۔ اسکو رفع کرنے کے لئے یہ کمیٹی ہمیشہ کوشاں رہی ہے۔ لیکن چونکہ غدر ۱۸۵۷ء کے بعد جب جامع مسجد واگذار ہوئی۔ تو مسجد کا خرچ چلانے کے لائق بھی مسجد کی آمدنی نہ تھی۔ حتیٰ کہ مولوی سید احمد صاحب امام کے ممبر مقرر ہونے تک جامع مسجد کی آمدنی ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار سے زیادہ نہ تھی۔ جوں جوں مسجد کی آمدنی بڑھتی گئی۔ یہ کمیٹی حسب استطاعت مسجد کی مرمت کا انتظام کرتی رہی۔ لیکن باوجود اضافہ آمدنی و جائیداد فی الحقیقت کمیٹی کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہوا۔ کہ وہ مسجد کی ایسی جزوی و کلی مرمت کر سکے۔ جس سے مسجد نئی ہو جائے۔ اور سابقہ استحکام حاصل کرے۔

جامع مسجد کی تعمیر کو تین سو سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ امتداد زمانہ سے کہنگی کا جو اثر قدرتاً ہونا چاہیئے۔ وہ اس مسجد کی عمارت پر بھی ہوا۔ باوجودیکہ اب سے پچاس سال قبل اس کمیٹی کی کوشش اور خلد آشیان نواب کلب علی خاں مرحوم والیٔ رامپور کے عطیہ مبلغ ایک لاکھ پچپن ہزار روپیہ کے صرف سے مسجد کی مرمت ہوئی۔ لیکن اس مرمت سے زیادہ تر ظاہری عیوب و نقائص دور ہوئے۔ اس لئے اب تقریباً پچاس برس کے بعد کہنگی کا اثر پھر ہو گیا۔

کمیٹی نے توجہ اس طرف مبذول کی اور چاہا۔ کہ ایک دفعہ ایسی کامل و مکمل مرمت ہو جائے۔ جس سے کہنگی کا اثر زائل ہو کر عمارت کی عمر میں اضافہ ہو جائے۔ گورنمنٹ کو اس طرف توجہ دلائی گئی۔ اور اعلیٰ انجنیروں کا مشورہ حاصل کیا گیا۔ سر راؤس صاحب چیف انجنیر پی۔ ڈبلیو۔ ڈی نے اپنے انجنیروں کے ساتھ مسجد کے چپہ چپہ کا معاینہ کیا۔ اور تقریباً ہر ہر پتھر کو دیکھا۔ اس طرح پوری جانچ کرنے کے بعد مسجد کی مرمت کے لئے پانچ لاکھ روپیہ کا تخمینہ کیا۔

اتنی رقم کا فراہم کرنا آسان کام نہ تھا۔ کمیٹی نے اس کے لئے والیان ریاست سے امداد حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور سب سے پہلے امام صاحب کو حیدرآباد بھیجا۔ امام صاحب نے نہایت محنت و کوشش اور

اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر اول لوکل گورنمنٹ کی تائید اور بعض پولیٹیکل حکام کی سفارش حاصل کی۔ اور مسجد کی مرمت کے لئے چیف انجینئر کی رائے۔ تجویز و تخمینہ کو پوری وضاحت کے ساتھ اعلیٰحضرت خسرو دکن خلد اللہ ملکہ کے حضور میں پیش کیا۔ جس پر اعلیٰحضرت نے اپنی طرف سے ایک لاکھ روپیہ عطا فرمایا۔

بقیہ رقم کے لئے دیگر والیانِ ریاست کو متوجہ کرنا ابھی باقی تھا۔ کہ اسی دوران میں ڈائرکٹر جنرل محکمہ آثار قدیمہ نے مسجد کا معاینہ کر کے چیف انجینئر پی۔ ڈبلیو۔ ڈی کی رائے اور پانچ لاکھ کے تخمینہ سے اختلاف کیا۔ اور مسجد کی مرمت کے لئے ایک لاکھ روپیہ کی حاصل شدہ رقم کو بالکل کافی قرار دیا۔

کمیٹی جامع مسجد نے چیف انجینئر کی رائے یعنی پانچ لاکھ روپیہ کی اسکیم پر زور دیا۔ تا کہ مسجد کی کامل و مکمل مرمت ہو سکے۔ جس پر چیف کمشنر صاحب دہلی نے ہر دو انجینئروں کو مل کر دوبارہ مسجد کا معاینہ کرنے اور رپورٹ پیش کرنے کا حکم دیا۔

لیکن اس کے بعد بھی دونوں انجینئر اپنی اپنی رائے پر قائم رہے۔ لوکل گورنمنٹ نے سہولت اس میں دیکھی۔ کہ ڈائرکٹر جنرل آثار قدیمہ کی رائے یعنی ایک لاکھ روپیہ کی اسکیم سے اتفاق کیا۔ اور مزید روپیہ فراہم کرنے کے لئے دیگر والیانِ ریاست کو تکلیف دینے سے اختلاف کیا۔ چونکہ محکمہ آثار قدیمہ اور لوکل گورنمنٹ نے ایک لاکھ روپیہ کی حاصل شدہ رقم کو مرمت کے لئے کافی قرار دے دیا۔ اس لئے دیگر والیانِ ریاست سے مزید رقم کے لئے عرض کرنا لاحاصل معلوم ہوا۔ اگرچہ اب بھی کمیٹی کی رائے میں ایک لاکھ روپیہ سے جامع مسجد کی ایسی کامل و مکمل مرمت محال ہے۔ جس سے عمارت نئی ہو جائے۔

اس کے بعد کمیٹی نے یہ تجویز کی۔ کہ اعلیٰحضرت نظام کے عطا کردہ ایک لاکھ روپیہ سے اعلیٰحضرت کے نام پر جائیداد خرید کر اس سرمایہ کو محفوظ کر دیا جائے۔ اور اس جائیداد کے کرایہ کی آمدنی میں جامع مسجد کی موجودہ آمدنی میں سے تقریباً ایک ہزار روپیہ ماہوار پس انداز کر کے شامل کیا جائے۔ تا کہ اس طرح اس رقم سے آہستہ آہستہ مگر مستقل طور پر مسجد کی جزوی و کلی مرمت ہوتی رہے۔ مگر بدقسمتی سے چیف کمشنر صاحب نے جن کے قبضہ میں اعلیٰحضرت کی عطا کردہ ایک لاکھ روپیہ کی رقم تھی۔ اس مفید تجویز سے اختلاف کیا۔ اور یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔

بالآخر ایک لاکھ روپیہ ہی سے چیف کمشنر صاحب کے ذریعہ سرکاری انجینئروں کی اسکیم کے مطابق اُنہی کی نگرانی میں مرمت کا کام شروع ہوا۔ جس میں تقریباً تیس ہزار روپیہ صرف ہو چکا ہے۔ باقی روپیہ سے آئندہ مرمت کا بقیہ کام ہوگا۔ اب تک مسجد کے نصف دالانوں کی چھتوں۔ بعض برجوں اکثر حصہ فرش صحن اور سیڑھیوں کی مرمت ہو چکی ہے۔

چونکہ یہ مرمت کسی فوری خطرہ کی بنا پر نہیں ہے۔ اسلئے اس میں نہ تو عجلت لازمی ہے۔ نہ معمولی تاخیر سے کسی نقصان کا احتمال ہے۔

شمالی مینار کا بالائی حصہ یعنی بُرجی کسی قدر زیادہ توجہ طلب ہے۔ لیکن چونکہ اسکی مرمت ایک نازک و خطرناک اور ہوشیاری کا کام ہے۔ اس لئے اس کے متعلق ان اعلےٰ انجینئروں کی تجویز کا انتظار ہے۔ جو اس کو معاینہ کر چکے ہیں۔

شوکت فہمی صاحب جامع مسجد کے شکستہ مینار و سہ دری کے عنوان سے جو فوٹو بار بار شائع کر رہے ہیں۔ ان کی حقیقت صرف اتنی ہے۔ کہ جامع مسجد کے چو طرفہ دالانوں کے دونوں رخ پر سنگین چھجہ ہے۔ جو اس طرح ہے:۔

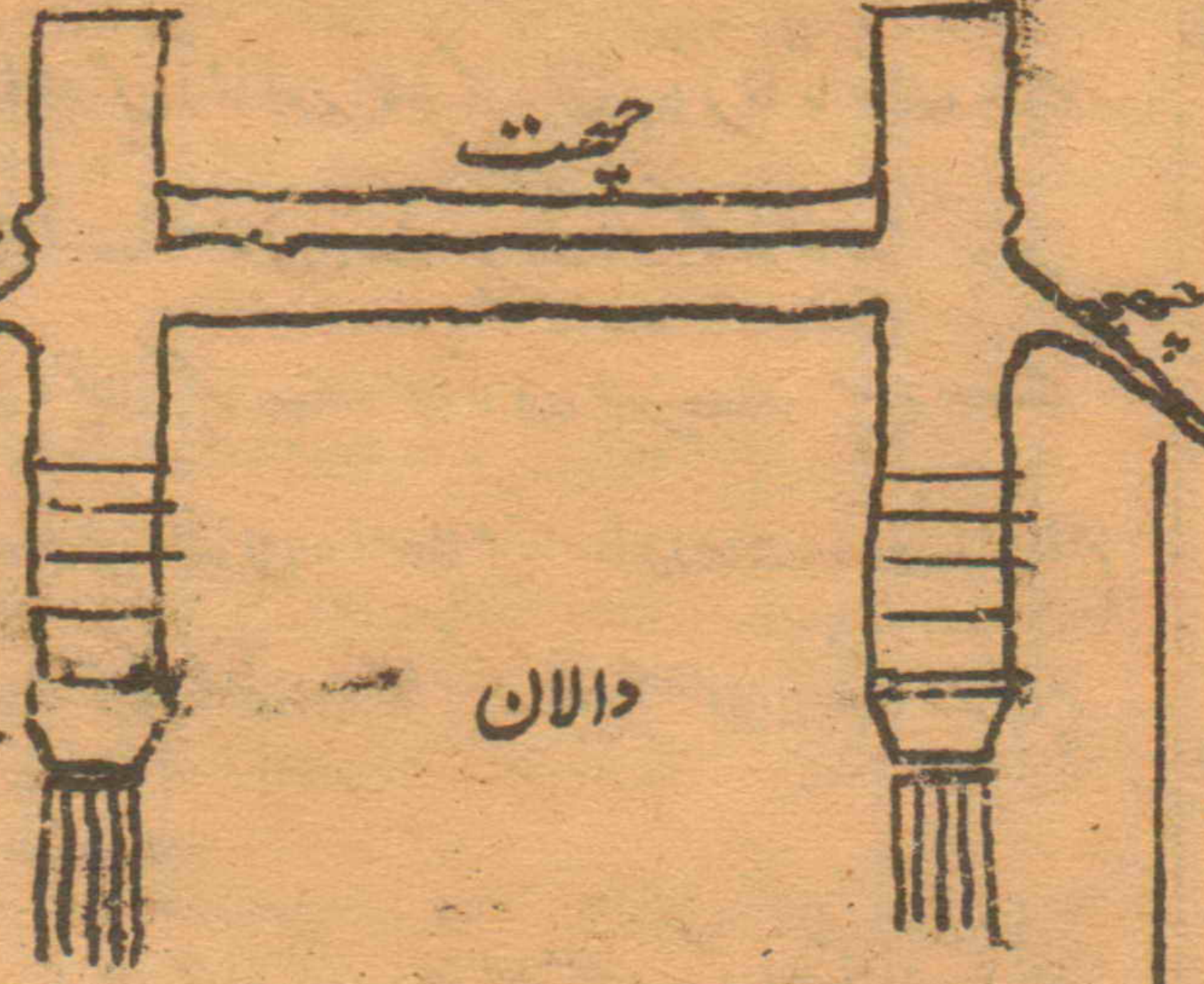

یہ چھجہ پتھر کی سلوں سے بنا ہے۔ اس طول طویل چھجہ میں ہزاروں پتھر لگے ہوئے ہیں۔ جن میں سے صرف ایک پتھر کا اگلا سرا کچھ عرصہ ہوا کسی وجہ سے جھڑ گیا ہے۔ یہ صرف ایک پتھر کی سل کا تقریباً دو ڈھائی فٹ کا ٹکڑا جس سے عمارت کے لئے کسی خفیف سے خفیف خطرہ یا نقصان کا بھی احتمال نہیں ہے۔ اس لئے جب عنقریب اس دالان کی مرمت ہوگی۔ (جو ابھی نہیں ہوئی ہے) تو یہ پتھر نکال کر سالم پتھر لگا دیا جائے گا۔ اسی طرح شمالی مینار کی بالائی منزل کے بیرونی کٹہرے میں سے سنگ مرمر کی صرف ایک تختی نکلی ہوئی ہے جس کی صورت یہ ہے:۔

صرف یہ ایک سنگ مرمر کی تختی نکلی ہوئی ہے
اندرونی کٹہرہ
بیرونی کٹہرہ

اور چونکہ اس مینار کی مرمت سب سے اول ہونے والی ہے۔ جس کے لئے ممکن ہے۔ کہ انجینئر برجی کو از سرِ نو بنانا تجویز کریں۔ چونکہ اس ڈیڑھ فٹ کی تختی کے لگائے جانے میں تاخیر کی وجہ سے عمارت کے لئے کوئی نقصان نہیں ہے۔ اس لئے اس کو بھی مینار کی مرمت کے ساتھ درست کر دیا جائیگا۔

اب انصاف سے دیکھا جائے۔ کہ آیا چھجہ کے ایک پتھر کے معمولی سے جھڑے ہوئے سرے اور مینار کے کٹہرے کی ایک علیحدہ شدہ تختی کا فوٹو خاص طور پر اس طرح لے کر کہ چھوٹی سی چیز بڑی معلوم ہو۔ بار بار شائع کرنا اور اس پر جامع مسجد کی شکستہ سہ دری اور شکستہ مینار لکھنا انتہا درجہ کی غلط بیانی اور مغالطہ دہی نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ اور کیا صرف ان دو چھوٹے چھوٹے پتھروں کی اس عارضی اور غیر مضرت رساں صورت کی بناء پر جامع مسجد کو شکستہ یا کھنڈر کہا جاسکتا ہے۔

اگر خدانخواستہ مسجد شکستہ یا کھنڈر ہوتی۔ تو کیا اب تک دہلی کی مقتدر انجمنیں اور اکابرین شہر نیز روز مرہ تشریف لانے والے بیرونی حضرات لیڈر اور ممبران اسمبلی لب کشائی نہ کرتے۔

مسلمانوں کو اطمینان رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ کمیٹی جامع مسجد کی مرمت کی طرف سے کبھی غافل نہیں ہے۔

مذکورہ بالا دو پتھروں کی درستی میں تاخیر کی وجہ عرض کر دی گئی ہے۔ ورنہ ان کا درست کرنا بہت ہی معمولی سا کام ہے۔ اس سے کہیں زیادہ بڑی مرمتیں جامع مسجد میں عموماً ہوتی رہتی ہیں۔

یہ کہنا بھی سراسر غلط ہے۔ کہ جامع مسجد کی کمیٹی مسجد کی آمدنی کو اس طرح خرچ کرتی۔ کہ باوجود ہزاروں روپیہ کی آمدنی کے مسجد کی مرمت تک نہیں ہوتی۔ جس کی وجہ سے مجبوراً مسلمانوں کو والیانِ ریاست کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے کی ذلت برداشت کرنی پڑی۔ حالانکہ اس کمیٹی ہی نے سب سے پہلے محض دُور اندیشی سے کام لے کر مسجد کی مرمت کے معاملہ پر خاص توجہ کی۔ جبکہ عام نظروں کو مسجد ذرا بھی مرمت طلب معلوم نہیں ہوتی تھی۔ اور کسی شخص کو بھی اس کا احساس نہ ہوا تھا۔ اس کمیٹی ہی نے مرمت کی اسکیم تیار کرائی۔ اور امام صاحب کو اعلیٰحضرت نظام خلد اللہ ملکہ کی خدمت میں بھیجا۔ اور امام صاحب نے نہایت خوبی کے ساتھ اعلیٰحضرت کو توجہ دلائی۔ کیا کمیٹی اور امام صاحب کے سوا کسی فرد یا جماعت نے بھی اعلیٰحضرت یا کسی والئے ریاست سے کچھ عرض کیا۔ اور دستِ سوال دراز کیا۔

یہی نہیں۔ بلکہ یہ کمیٹی ہمیشہ جائز قومی مذہبی کاموں میں امداد کرنے کے باوجود (جس کا بیان آگے آئیگا) کفایت شعاری سے مسجد کی مرمت اور دیگر ضروریات کا انتظام کرنے کے بعد ہمیشہ کچھ نہ کچھ پس انداز کرتی رہی۔ اور اس سے مسجد کے لئے جائداد خریدتی اور تعمیر کراتی رہی۔ تا کہ جائیداد کی صورت میں اتنا سرمایہ محفوظ فراہم کر دیا جائے۔ کہ آئندہ زمانے میں اسکی آمدنی ہی سے مسجد کی مرمت ممکن ہو سکے۔ اور بیرونی امداد کی حاجت باقی نہ رہے۔

اس سلسلہ میں رقم ایک لاکھ عطیہ اعلیٰحضرت کے متعلق بھی معترضین بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ اور بار بار کمیٹی جامع مسجد اور امام صاحب سے باوجود اس علم کے کہ یہ رقم چیف کمشنر بہادر دہلی کے قبضہ میں ہے۔ اس رقم کا حساب طلب کرتے ہیں۔ اور باوجودیکہ یہ حضرات اور دہلی کے مسلمان جامع مسجد کی مرمت ہوتے دیکھ چکے ہیں۔ لیکن بیرونی مسلمانوں کو مغالطہ دینے کے لئے دریافت کرتے ہیں۔ کہ یہ ایک لاکھ روپیہ کہاں صرف ہوا۔

کمیٹی کو اب اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ خود اعلیٰحضرت کی گورنمنٹ اخبارات کے ذریعہ اعلان کر چکی ہے۔ کہ رقم چیف کمشنر صاحب کی تحویل میں ہے۔ اور انہیں کے ذریعہ خرچ کی جاتی ہے۔ ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو:۔

ترجمہ عبارت اسٹیٹسمین مورخہ ۲۵ر جولائی سنہ [illegible]

حیدر آباد دکن۔ ۲۴ر جولائی سنہ [illegible] مبلغ ایک لاکھ روپیہ میں سے جو حضور نظام دکن نے جامع مسجد کی مرمت کے لئے عطا فرمایا تھا۔ اس اطلاع کے بموجب جو چیف کمشنر صاحب صوبہ دہلی نے محکمہ امور مذہبی سرکار عالی کو بھیجی ہے۔ اب تک مبلغ تیس ہزار روپے جامع مسجد کی مرمت پر صرف ہو چکے ہیں۔

یہ عطیہ چیف کمشنر صاحب دہلی کی تحویل میں دیا گیا تھا۔ تا کہ مرمت کا کام چیف کمشنر صاحب دہلی ہی کی نگرانی میں انجام پا سکے۔ اے۔ پی۔ آئی

۳۔ جس طرح کمال دیدہ دلیری کے ساتھ مسجد کو کھنڈر ظاہر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح طول طویل مقالات کے ذریعہ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ جامع مسجد میں نہ شامیانوں کا انتظام ہے۔ نہ جانمازوں کا نہ روشنی اور پانی کا انتظام ہے نہ صفائی کا۔

حالانکہ ہزارہا نمازی روزانہ ان تمام چیزوں کو خود ملاحظہ کرتے ہیں۔ اگر واقعی ایسا ہوتا۔ تو کیا ہزاروں لاکھوں مسلمان اسی طرح خاموش رہتے۔

صحن جامع مسجد جیسے بڑے کھلے اور بلند مقام میں ہوا کے زور و شدت کو دیکھتے ہوئے اور عمارت کے تحفظ کے پیش نظر سایہ کا انتظام موجودہ انتظام سے بہتر کمیٹی کے علم میں نہیں آسکا۔ یوں متعدد اسکیمیں سامنے آئیں۔ مگر وہ یا تو ناقابل عمل یا مصارف کے لحاظ سے ناقابل برداشت یا عمارت

کے لئے باعث نقصان تھیں۔ موجودہ شامیانے اب تک کی تمام تجاویز سے زیادہ آرام دہ۔ قابل عمل اور کم خرچ ہیں۔ تب بھی کمیٹی کو ان پر ہزارہا روپے خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ ان میں حسب ضرورت توسیع ہوتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ اب یہ شامیانے پورے صحن پر حاوی ہو گئے ہیں۔ اس پر بھی کمیٹی ہر اس تجویز پر غور کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہی ہے۔ جو موجودہ انتظام سے زیادہ آرام دہ۔ سہل اور مصارف کے لحاظ سے قابل برداشت ہو۔ جس سے عمارت مسجد کو نقصان پہنچے اور مسجد کے روپیہ کے ضائع ہونے کا احتمال نہ ہو۔

موجودہ مکمل انتظام کو جس سے کم از کم جامع مسجد میں نماز پڑھنے والے مسلمان بالکل مطمئن ہیں۔ ناکافی بتانا اور ان کو دھجیوں سے مشابہت دینا کتنی حیرت انگیز غلط بیانی ہے۔

جامع مسجد میں جانمازوں کا بھی معقول انتظام ہے۔ جمعہ کے روز صدر دالان کے علاوہ نصف سے زیادہ صحن میں جانمازیں بچھتی ہیں۔ یہ جانمازیں آرام دہ اور عمدہ ہیں۔ اور آگرہ کی تیار شدہ ہیں۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ جامع مسجد جیسی وسیع مسجد کے صدر دالان اور نصف صحن تک بچھنے والی جانمازوں کی تعداد کتنی ہوگی۔ پھر بھی ان میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ حضرات ان جانمازوں کو دو دو فٹ چوڑی پٹیاں بتاتے ہیں۔ حالانکہ جامع مسجد میں ایک جانماز بھی ڈیڑھ گز سے کم چوڑی نہیں ہے۔ دو دو فٹ چوڑی موٹی دری کی پٹیاں بھی ہیں۔ مگر یہ جانمازیں نہیں ہیں۔ بلکہ گرمی میں جب صحن کے پتھر گرم ہو جاتے ہیں۔ تو یہ پٹیاں دروازوں سے دالانوں اور حوض تک نمازیوں کے چلنے کے لئے راستوں میں بطور پا انداز بچھائی جاتی ہیں۔ اور چونکہ جمعہ کے روز نصف سے زیادہ صحن میں جانمازیں بچھ جانے کی وجہ سے اس حصہ کی پا انداز پٹیاں خالی ہوتی ہیں۔ جو صحن میں آخری صف کے بعد جہاں اکثر نماز جنازہ ہوتی ہے۔ بچھا دی جاتی ہیں۔ تاکہ نماز جنازہ ادا کرنے والے ان پر کھڑے ہو سکیں۔ حضرات معترضین ان پٹیوں کو جانماز قرار دے کر ناواقف لوگوں کو مغالطہ دینا چاہتے ہیں۔

کافی عرصہ سے جامع مسجد میں بجلی کی روشنی کا بھی انتظام ہے۔ جو ہمیشہ حسب ضرورت اور حسب موقع رکھا جاتا ہے۔ البتہ محض زیبائش اور نمود کے لئے زائد از ضرورت روشنی کر کے مسجد کا روپیہ ضائع نہیں کیا جاتا۔

آب نوشیدنی اور وضو کے لئے حسب موقع و موسم گرم و سرد پانی کا ہر وقت انتظام رہتا ہے۔ حوض میں روزانہ قدیم انتظام آب رسانی کے ذریعہ تازہ پانی ڈالا جاتا ہے۔ جس کے لئے چاہ رہٹ پر (جہاں سے پانی آتا ہے) بجلی کا ایک موٹر لگایا گیا ہے۔ اس پر بھی جب کبھی حوض کا پانی خراب ہو جاتا ہے۔ تو حوض کو بالکل صاف کر کے بذریعہ فائر انجن از سر نو بھروایا جاتا ہے۔

مسجد کی صفائی روزانہ کی جاتی ہے۔ بیرونی حصہ اور سیڑھیوں کی صفائی کے لئے دو خاکروب پورے وقت کے لئے مسجد کے ملازم ہیں۔

جامع مسجد میں بجلی کے پنکھے نہیں ہیں۔ یہ صحیح ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے۔ کہ جامع مسجد جیسے ہوادار مقام میں ان کی ضرورت بھی ہے یا نہیں۔ جامع مسجد کے دالان و صحن اس قدر ہوادار ہیں۔ کہ بجلی کے پنکھوں سے زیادہ ہوا یہاں خود بخود آتی ہے۔ اس لئے بجلی کے پنکھوں پر مسجد کا روپیہ ضائع کرنا بے کار معلوم ہوتا ہے۔

(۴) جامع مسجد کے نیچے تہ بازاری قائم کرنے اور سائبان ڈالنے پر بھی ان حضرات کو اعتراض ہے۔ اور مسجد کے گرد غلاظت کے ڈھیر بتائے جاتے ہیں۔ تہ بازاری قائم کرنے اور قائم رکھنے کے لئے اس کمیٹی نے دو وجہ سے کوشش کی ہے۔ اول اس لئے کہ جامع مسجد کی آمدنی بڑھے۔ دوسرے مسلمانوں کے لئے تجارت میں ترقی کرنے کی صورت اور روزگار کے ذرائع پیدا ہوں۔ جامع مسجد کے چوک ہی کی وجہ سے سینکڑوں مسلمان کپڑے کی تجارت میں حصہ لے رہے ہیں۔ اور سینکڑوں غریب مسلمانوں کے لئے تھوڑی پونجی سے مختلف تجارتوں میں حصہ لینا ممکن ہو گیا ہے۔ اگر آج ان حضرات کے کہنے کے موافق چوک کو صاف کر دیا جائے۔ تو جامع مسجد کی آمدنی کا دو تہائی حصہ کم ہو جانے کے علاوہ صدہا مسلمان بے روزگار ہو جائیں گے۔ البتہ کمیٹی چوک کی صفائی اور بدنمائی کے انسداد کا ہمیشہ خیال رکھتی ہے۔ اس لئے تھڑیوں پر یکساں اور خوشنما سائبان ڈالے گئے ہیں۔ کباڑیوں اور کھانے پینے کی اشیاء فروخت کرنے والوں کے لئے علیحدہ علیحدہ مقام مقرر کئے گئے ہیں۔

۵۔ یہ حضرات یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ غیر مسلموں کو مسجد میں آنے کی اجازت دے کر مسجد کی بے حرمتی کی جاتی ہے۔ اور اس کے لئے حرمین شریفین کی مثال پیش کرتے ہیں۔ جو ہرگز صحیح نہیں ہے۔

حرمین شریفین کا معاملہ جدا ہے۔ جزیرۃ العرب کی تمام سرزمین مقدس کو دنیا میں مسلمانوں کا مرکز اور ملجا و ماوا قرار دے کر خالص اور قطعی اسلامی آبادی بنانے اور غیر مسلم اثرات سے پاک رکھنے کے لئے اس میں غیر مسلموں کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ علاوہ اس سرزمین مقدس کے کہیں اور کسی ملک کی مساجد میں کسی زمانہ میں بھی غیر مسلموں کا داخلہ ممنوع قرار نہیں دیا گیا۔ اب سے تقریباً بیس سال قبل مولانا ابوالکلام آزاد غیر مسلموں کے داخلہ مساجد کے جواز پر ایک طویل مضمون سپرد قلم کر چکے ہیں۔

البتہ ہر ظاہری نجاست سے مسجد کو پاک رکھنا ضروری ہے۔ جس کا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ کوئی شخص مسلم یا غیر مسلم مسجد میں کوئی ناپاک و نجس چیز یا کسی جانور کو لے کر یا حقہ یا سگریٹ پیتے ہوئے یا ستر کھولے ہوئے نہیں جا سکتا۔

۶۔ ایک عجیب الزام یہ ہے۔ کہ غیر مسلموں کو نماز کا نظارہ کرنے کی اجازت دے کر مسجد کو تماشا گاہ اور تھیٹر اور مسلمانوں کی نماز کو تماشا بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ جب مساجد میں غیر مسلموں کا داخلہ جائز ہے۔ تو اس طرح نماز کا نظارہ کرنا جس سے نہ تو نمازیوں کی نماز میں ہرج واقعہ ہو۔ نہ انہیں کوئی تکلیف پہنچے کیونکر ناجائز ہو سکتا ہے۔ سلطنت عثمانیہ جیسی بارعب اسلامی سلطنت میں سلطان عبدالحمید خاں جیسے باشرع و زبردست سلطان اور خلیفۃ المسلمین کی موجودگی میں غیر مسلموں کا وہاں کی مساجد میں آنا اور نماز کا نظارہ کرنا ثابت ہے۔ آج تک مسلمانوں نے ہر جگہ اس کو نہ صرف جائز بلکہ اچھا سمجھا ہے۔ یہ تو وہ چیز ہے۔ جس سے اسلامی شان۔ اسلامی مساوات۔ اور اسلام اور نماز کی عظمت کا سکہ غیر مسلموں کے دلوں پر بیٹھتا ہے۔

غرض جہاں تک جامع مسجد کے انتظام کا تعلق ہے۔ یہ کمیٹی ہمیشہ اس کو بہتر بنانے کے لئے کوشاں رہی ہے۔ اور عمارت مسجد کے تحفظ کے لئے ہر ممکن تدبیر کرتی رہی ہے۔ غلطیاں اور لغزشیں ہر شخص اور ہر جماعت کے کام میں ہو سکتی ہیں۔ اور ہر انسانی کام میں ترمیم و اصلاح کی گنجائش ہے۔ لیکن جوش مخالفت میں اچھے کاموں کو نظر انداز کرنا بلکہ اچھی بات کو برا بتانا اور کذب و افتراء سے کام لیکر مطعون و بدنام کرنا کوئی پسندیدہ فعل نہیں ہے۔ یوں یہ کمیٹی ہر اصلاحی تجویز پر جو معقولیت و سچائی کے ساتھ مسجد اور مسلمانوں کے مفاد کے لئے ہو۔ ہمیشہ غور کرنے کے لئے تیار رہی ہے۔ اور رہے گی۔ لیکن غلط اور مخالفانہ پروپیگنڈے سے نہ کبھی متاثر ہوئی۔ اور نہ ہوگی۔

۷۔ امام صاحب جامع مسجد اور اس کمیٹی کی امانت و دیانت اور نیت پر بھی نہایت رکیک حملے کئے گئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ جامع مسجد کی ستر اسی ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی معلوم نہیں کہاں جاتی ہے۔ حساب صحیح نہیں ہے۔ مسجد پر کچھ خرچ نہیں کیا جاتا۔ امام صاحب کو بے شمار رقمیں دی جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔

نہ تو جامع مسجد کی آمدنی فی الحال اتنی ہے۔ (خدا کرے کہ اس سے بھی زیادہ ہو جائے۔ اگر یہ کمیٹی اسی طرح کام کرتی رہی۔ تو وہ دن دور نہیں۔ جبکہ واقعی اتنی اور اس سے بھی زیادہ آمدنی ہو جانی ممکن ہے) اس وقت جامع مسجد کی ماہوار آمدنی کا اندازہ اوسطاً زیادہ سے زیادہ تین اور ساڑھے تین ہزار روپیہ ماہوار کے درمیان یعنی تقریباً چالیس ہزار روپیہ سالانہ تک ہے۔ جس کا حساب باقاعدہ رکھا جاتا ہے۔ تمام آمدنی بغیر ایک پائی خرچ کئے بنک میں داخل کی جاتی ہے۔ اور تمام اخراجات کے لئے رقوم بنک سے لی جاتی ہیں۔ اور تمام اخراجات کی رسیدات باقاعدہ حاصل کی جاتی ہیں۔ بنک سے کوئی رقم برآمد نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ چک پر تین ارکان کمیٹی یعنی ایک سیکرٹری اور دو ممبروں یا ایک ممبر اور دو سیکرٹریوں کے دستخط نہ ہوں۔ آمد و خرچ کا حساب باقاعدہ رکھا جاتا ہے۔ جامع مسجد کی معمولی مرمت صفائی اور دیگر انتظامات پر (جو جامع مسجد کی وسعت اور نمازیوں کی کثرت کے مطابق وسیع پیمانہ پر ہوتے ہیں) نیز جائیداد کی مرمت وغیرہ پر خرچ کرنے اور ملازمین کی تنخواہیں وغیرہ تقسیم کرنے کے علاوہ مسجد کی آمدنی میں سے تقریباً ایک ہزار روپیہ ماہوار مسلمانوں کے تعلیمی اور مذہبی اداروں طلباء اور لاوارث مساجد کی امداد میں خرچ کئے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بہت سی مساجد کی نگرانی اور آبادی ہو رہی ہے۔ بہت سے تعلیمی اور مذہبی ادارے مفید کام کر رہے ہیں۔ بے شمار طالب علم محض اس امداد کی وجہ سے علم حاصل کر چکے ہیں۔ اور برسر روزگار ہو چکے ہیں۔

۸۔ یہ کہنا کہ امام صاحب کو سات سو یا تین سو روپیہ ماہوار تنخواہ دی جاتی ہے۔ بالکل غلط ہے۔ شمس العلماء مولوی سید احمد صاحب کو عرصہ سے جامع مسجد سے ایک پائی بھی نہیں ملتی۔ مولوی حافظ سید حمید صاحب امام جامع مسجد کو صرف سو روپیہ ماہوار اور مولوی حافظ سید عبداللہ صاحب نائب امام کو صرف تیس روپیہ ماہوار بطور پیشکش کے پیش کئے جاتے ہیں۔ امام صاحبان مسجد کے ملازم نہیں سمجھے جاتے۔ قدیم الایام سے یہ رقوم نذرانہ و پیشکش کے نام سے موسوم رہی ہیں۔ چنانچہ اس کمیٹی کے قواعد منظور شدہ ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۱۳ کا مفہوم یہ ہے۔ کہ "امام صاحب اور ان کے صلبی جانشین بپاس آداب شریعت و قدامت خدمت و بلحاظ سند صحیحہ سیادت مسجد کے ملازم نہیں سمجھے

جائیں گے۔ اور جو کچھ ان کی خدمت میں ماہوار پیش کیا جاتا ہے۔ وہ پیشکش کے نام سے پکارا جائے گا۔"

اس پیشکش کی مقدار بالکل ابتدائی وقت میں یعنی جس وقت جامع مسجد کی کل آمدنی چالیس پینتالیس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہ تھی۔ بے شک بہت قلیل یعنی ۱۵؎ روپیہ ماہوار تھی۔ اس وقت اس سے زیادہ پیشکش ممکن نہ تھی۔ لیکن اب جبکہ زمانہ بدل گیا ہے۔ اور جامع مسجد کی آمدنی میں اس وقت کی نسبت تقریباً نوّے گنا اضافہ ہو گیا ہے۔ اگر کمیٹی نے امام صاحب کے پیشکش کی رقم میں صرف تقریباً نو گنا اضافہ کیا ہے۔ تو یہ کونسی قابل اعتراض بات ہے۔ اور سَو روپیہ ماہوار کی رقم ہندوستان کی سب سے بڑی شاہی مسجد کے شاہی امام کے لئے کیا زیادہ ہے۔

کمیٹی نے اپنے ملازمین کی تنخواہوں میں اس سے بہت زیادہ اضافہ کیا ہے۔ مثلاً ابتداء میں مسجد کے دفتر میں صرف ایک محرر پانچ روپیہ ماہوار تنخواہ کا تھا۔ اب عملہ دفتر کی تنخواہ ۱۱۰؎ ماہوار ہے۔ گویا بائیس گنا اضافہ ہوا ہے۔ اسی طرح ادنیٰ ملازمین کی تنخواہوں میں بھی بارہ تیرہ گنا اضافہ ہوا ہے۔ الغرض سب سے کم اضافہ امام صاحب ہی کی پیشکش میں ہوا ہے۔

اس صورت میں جانتے بوجھتے ان حضرات کا یہ کہنا کہ امام صاحب نے لاکھوں روپیہ مسجد سے نماز پڑھانے کے اجرت کے طور پر وصول کیا ہے۔ کس قدر شرمناک غلط بیانی اور افترا پردازی ہے۔ اور کتنی پست ذہنیت اور ذاتی عداوت کا ثبوت ہے۔

والیانِ ریاست نے جو وظائف امام صاحب کی ذات کے لئے مقرر کئے ہیں۔ وہ فی الحقیقت اسلئے مقرر ہیں۔ کہ شاہی زمانہ میں شاہی شان کے مطابق امام صاحب کی خدمت ہوتی تھی۔ شاہی کے ختم ہونے پر وہ صورت بھی ختم ہو گئی۔ جامع مسجد کمیٹی اپنی زندگی کے ابتدائی دَور میں مجبور تھی۔ کہ ایک برائے نام پیشکش پر اکتفا کرے۔ اس لئے بعض والیانِ ریاست نے ہندوستان کی اس سب سے بڑی مسجد کے شاہی امام اور ان کے خاندان کی سرپرستی کر کے گویا اسلامی روایات مسلمانوں کی عزت اور اس شاہی مسجد کی شان کو قائم رکھا اگر یہ وظائف نہ ہوتے۔ تو یقیناً یہ کمیٹی امام صاحب کی خدمت میں زیادہ پیشکش کرتی۔

والیانِ ریاست کی طرف سے یہ وظائف امام صاحب کی ذات کے لئے اور ان کے ذاتی نام پر جاری کئے گئے ہیں۔ اور جاری رہنے چاہئیں۔

اس سے مسجد کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

جو چیز مسجد کے لئے ہوتی ہے۔ اس میں سے امام صاحب کبھی ایک پائی اور ایک حبّہ بھی نہیں لیتے۔ امام صاحب کی دیانت شکوک و شبہات سے بالاتر ہے۔ اور ان کی خدمات مسلمہ ہیں۔ جن کا اعتراف یہ کمیٹی بارہا کر چکی ہے۔ اور صرف یہ کمیٹی ہی نہیں۔ بلکہ مسلمانانِ شہر دہلی اور بیرونجات کے واقف حال مسلمان بھی ان کے معترف ہیں۔ اور خود یہ معترضین زمانہ قریب تک امام صاحب کے مداح معترف رہے ہیں۔

بحیثیت سیکرٹری اور بحیثیت ممبر اس کمیٹی کے تمام کاموں میں امام صاحب کا بڑا حصہ ہے۔ بلاشبہ جامع مسجد کی آمدنی کے بڑھانے اور اخراجات کو قابو میں رکھ کر مسجد کی مالی حالت کو بہتر رکھنے کے لئے امام صاحب نے مسلسل و متواتر نمایاں اور عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں۔ اور ہمیشہ اس کمیٹی کے احکام کی تعمیل دیانتداری نیک نیتی اور مستعدی کے ساتھ کی ہے۔ اور انہوں نے کبھی کوئی کام کمیٹی کی منشاء و مفاد کے خلاف نہیں کیا۔ جامع مسجد کے تمام کام کمیٹی ہی کی منظوری سے انجام پاتے ہیں۔ اور کمیٹی کے تمام ممبران اپنی رائے کو آزادی اور دیانت کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ مسجد کے کسی معاملہ کے متعلق تنہا امام صاحب مختار و ذمہ دار نہیں ہیں۔

یہ کمیٹی پوری ذمہ واری و صداقت کے ساتھ اعلان کرتی ہے۔ کہ امام صاحب جامع مسجد نے آج تک جامع مسجد سے مطلق کوئی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا۔ بلکہ جامع مسجد کو ان کی ذات سے ہمیشہ فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اور بلاشبہ جامع مسجد کی خدمات کیا بحیثیت امام اور کیا بحیثیت سیکرٹری انہوں نے سب سے زیادہ انجام دی ہیں۔ اور ان کی خدمات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے ہی اس کمیٹی نے ان کو اپنا لائف سیکرٹری بنایا ہے۔

آخر میں یہ کمیٹی جمہور اہل اسلام اور اسلامی اداروں اور اخبارات سے درخواست کرتی ہے۔ کہ وہ ان دو حضرات کے پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہوں۔ بلکہ اس غلط اور بے بنیاد۔ رکیک و ناپاک اور مفسدانہ و نفاق انگیز پروپیگنڈے کے انسداد کے لئے کوشش کریں۔ جس سے دوسری قوموں کی نظر میں مسلمانوں کی بے عزتی و رسوائی ہو رہی ہے۔

ہم تمام مسلم اخبارات سے بھی امید کرتے ہیں۔ کہ وہ اسلامی ہمدردی سے کام لے کر انسدادِ فساد و رفع غلط فہمی کے لئے اس مضمون کو اپنے قیمتی صفحات میں جگہ دیکر عند اللہ ماجور ہوں گے۔ اور اس کمیٹی کو شکریہ کا موقع دیں گے۔ فقط

(خانصاحب حاجی سید) نواب علی (کنٹریکٹر)

(پیر جی شاہ) محمد ثناء الدین (فخری فریدی)

(ڈپٹی) محمد مرزا (ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر)

(خانصاحب ماسٹر) محمد فضل الدین۔

(خانصاحب حکیم) سراج الدین خاں۔

(حاجی) محمد اسحاق (سوداگر)

(نواب) عزیز احمد خاں۔ سب رجسٹرار و آنریری مجسٹریٹ۔

(خان بہادر نواب) محمد ابوالحسن خاں۔

(شمس العلماء ہند مولوی) سید احمد امام جامع مسجد دہلی۔

ممبران منتظمہ کمیٹی جامع مسجد دہلی۔

"امانت تحریک جدید" پر مخلصین توجہ فرمائیں

اسلام اور احمدیت پر جب دشمن اپنے سارے لاؤ لشکر سمیت ۱۹۳۴ء کے آخر میں حملہ آور ہوا۔ تو سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مشیت ایزدی کے ماتحت جماعت احمدیہ کے مخلصین سے جانی اور مالی قربانیوں کے انیس مطالبات فرمائے۔ جو "تحریک جدید" کے نام سے موسوم ہیں۔ ان میں دو مطالبے "مالی قربانیوں" کے تھے۔

(۱) چندہ تحریک جدید کا مطالبہ

ایک تو یہ کہ مخلصین کی ایسی جماعت نکلے۔ جو اشاعت اسلام اور اشاعت احمدیت کے لئے اپنا عزیز ترین مال اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قربان کر دے۔ تا اس سے نہ صرف دشمن کے حملہ کا ہی دفاع ہو۔ بلکہ ایسی دیوار قائم کر دی جائے۔ جس سے دشمن حملہ کر ہی نہ سکے۔ اور شیطان کے مکر و فریب ملیامیٹ کر دیئے جائیں۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کے مجاہدین نے گذشتہ چھ سال میں چندہ تحریک جدید میں بے مثال اور شاندار قربانی کا نمونہ اپنے امام کے حضور پیش کیا ہے۔ جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ رہے گا۔ اور ایسے مستقل طور پر اخلاص سے قربانی کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور جنت کی سفارش کرے گا۔ کیونکہ تحریک جدید کے چندہ کی قربانی نفلی اور طوعی بغیر کسی جبر و اکراہ کے اپنی مرضی اور خوشی سے کی ہے۔ تحریک جدید کے چندہ کا ساتواں سال عنقریب شروع ہونے والا ہے۔ چاہیئے۔ کہ ہر احمدی تحریک جدید کی ساتویں سال کی قربانی کے لئے ابھی سے ماحول پیدا کرے۔ اور جب حضور مطالبہ فرمادیں۔ تو فوری لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھیں۔

(۲) امانت تحریک جدید کا مطالبہ: ۔ دوسرا مطالبہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک الفاظ میں یہ تھا۔ اور ہے۔ "جماعت کے مخلص افراد کی ایک ایسی جماعت نکلے۔ جو اپنی آمد کا ۱/۵ سے ۱/۳ حصہ تک سلسلہ کے مفاد کے لئے تین سال کے لئے جمع کرائے۔ اس کی یہ صورت ہو۔ کہ جس قدر وہ مختلف چندوں میں دیتے ہیں۔ یا دوسرے ثواب کے کاموں پر خرچ کرتے ہیں۔ یا دارالانوار کا حصہ یا جسے انہوں نے لئے ہیں۔ (اخبارات کی قیمتوں کے علاوہ) وہ سب اس حصہ میں سے کاٹ لیں۔ اور باقی رقم تحریک کی امانت میں جمع کرادیں۔ مثلاً ایک شخص کی پانچ سو روپیہ آمد ہے۔ اور وہ موصی بھی ہے۔ اور دارالانوار کا ایک حصہ بھی اس نے لیا ہوا ہے۔ اور دس بارہ روپیہ ماہوار وہ اور ثواب کے کاموں میں خرچ کرتا ہے۔ اس شخص نے ۱/۵ حصہ دینے کا عہد کیا۔ وصیت ایسے شخص کی پچاس روپیہ ہوئی۔ دارالانوار کمیٹی کے پچیس روپیہ ہوئے۔ چندہ کشمیر اور مثلاً دوسرے کار ہائے ثواب کے بارہ روپیہ ہوئے۔ یہ کل رقم ستاسی ہوئی۔ باقی تیرہ روپیہ ماہوار اس شخص کو اس تحریک کی امانت میں جمع کراتے رہنا چاہیئے۔ اگر ۱/۴ کا عہد کیا۔ تو ۱۳+۲۵=اڑتیس روپیہ جمع کراتے رہنا چاہیئے۔ عہد کرنے والے شخصوں کو تین سال تک متواتر ایسا کرنا ہوگا۔ اس مطالبہ کے ماتحت جو آنا چاہے۔ اسے چاہیئے۔ کہ جلد سے جلد مجھے اطلاع دے۔ کہ جس قدر حصہ کا عہد کیا ہے۔"

حضور ایدہ اللہ کے اس امانت تحریک جدید کے مطالبہ پر دور اول میں اکثر احباب نے شاندار لبیک کہا۔ اور جنہوں نے دور اول میں روپیہ اس مد میں جمع کیا۔ اس کا اکثر حصہ بصورت روپیہ واپس بھی ہو چکا۔ اور تقریباً پچیس فی صدی رقم ہے۔ جو ابھی واپس نہیں لی ہے۔ دور اول کا روپیہ جن کا ابھی واجب الادا ہے۔ وہ جب چاہیں واپس لے سکتے ہیں۔ اور دور ثانی میں بھی جن کے تین سال پورے ہو چکے ہیں۔ وہ واپس لے سکتے ہیں۔ مگر اب اس مد میں آمد بہت کم ہو رہی ہے۔ حالانکہ اسکی ضرورت بدستور ہے۔ اس لئے امانت تحریک جدید کے مطالبہ کی طرف مخلصین کو توجہ دلائی جاتی ہے۔ بعض ایسے دوست ہوتے ہیں۔ جن کو ملازمت سے الگ ہونے پر پنشن نہیں ملتی۔ بلکہ اکٹھا روپیہ ملتا ہے۔ مگر ان کو روپیہ لگانے کے لئے کوئی صورت نہیں نظر آتی۔ کیونکہ وہ فن تجارت وغیرہ سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اور بعض اپنی ناتجربہ کاری سے کسی کام میں لگا کر ایسا نقصان اٹھاتے ہیں۔ کہ ان کی نوبت فاقہ تک پہنچ جاتی ہے۔ پس ایسے دوستوں کو چاہیئے۔ کہ وہ "امانت تحریک جدید" میں روپیہ داخل ۴۴ صرف کر دیں۔ وہ تحریک جدید سے ایسی جائیداد حاصل کریں۔ جس سے ان کے گذارہ کی بھی صورت نکل آئے۔ اور ان کا روپیہ بھی محفوظ ہو جائے۔ پس احباب تحریک جدید کی امانت میں کم از تین سال کے لئے روپیہ جمع کرائیں۔ تا ان کے لئے ایک سرمایہ جمع ہو جائے۔ والسلام خاکسار

برکت علی خاں فنانشل سکرٹری تحریک جدید۔

صرف چار ماہ کے اندر قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنے کی لیاقت پیدا کرنیوالا
پندرہ روپیہ ماہوار پر ترجمہ قرآن کریم کی تعلیم دینے والا

عربی استاد

(۱) جو آپ کو اور آپ کے اہل و عیال کو ہر مہینہ میں قرآن کریم کے لفظی ترجمہ کے پچیس تیس سبق پڑھا کر یاد کرایا کرے گا۔

(۲) جو آپ کو اور آپ کے بیوی بچوں کو عربی صرف و نحو کے قاعدوں کی نہایت آسان اور عام فہم اور عمدہ طرز سے تعلیم دیا کرے گا۔

(۳) جو آپ کو اور آپکے دوستوں کو قرآن کریم کے الفاظ اور عربی لغات کے معانی اور مطالب سمجھایا کرے گا۔

(۴) جو آپ کو اور آپکے رشتہ داروں کو قرآن کریم کے ترجمہ کے طریقوں سے آگاہ کیا کرے گا۔ اگر آپ پندرہ روپیہ ماہوار کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے۔ تو ایسے کامل استاد اور عربی زبان کے فاضل اور ترجمہ قرآن کریم کے ماہر اور عالم کے لکھے ہوئے **اسباق القرآن** چار جلد قیمت فی حصہ صرف چار آنہ مکمل ایک روپیہ

(۲) اور قرآن کریم کے تمام دس ہزار سے زائد الفاظ کی **لغات القرآن** اردو حجم ۱۶۸ صفحے ہدیہ صرف آٹھ آنہ

(۳) چار ماہ میں تمام قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنے کی ترکیب مفت۔ (۴) نسل انسانی کی حفاظت کے لئے پانچ لاکھ کے پانچ طبی نسخے مفت منگوائیں۔ اور پندرہ روپیہ کی بجائے چار آنہ میں گھر بیٹھ کر ترجمہ قرآن کریم کی تعلیم حاصل کریں۔ محصولڈاک بذمہ خریدار۔

دفتر گلدستہ تعلیم الدین احمدیہ بازار قادیان شریف

اکسیر البدن رجسٹرڈ

بلاشبہ کمزوری اور ضعیفی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مصیبت نہیں۔ اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے آپ آج سے ہی اکسیر البدن رجسٹرڈ کا استعمال شروع کر دیں۔ کیونکہ دل میں نئی امنگ۔ اعضا میں نئی ترنگ۔ دماغ میں نئی جولانی پیدا کرنا۔ کمزور کو زور آور اور زور آور کو تنہ زور۔ نامرد کو مرد اور مرد کو جوانمرد بنانا اور سردیوں کے عوارض انفلوانزا نزلہ۔ زکام۔ کھانسی۔ بخار وغیرہ کو روکنا بس اس اکسیر پر ختم ہے۔ ایک ماہ کی خوراک کی قیمت پانچ روپے محصول ڈاک علاوہ۔

ڈاکٹر صاحب کی رائے

جناب ڈاکٹر سید رشید احمد صاحب آئی ایم۔ ڈی انڈین ملٹری ہسپتال کلکتہ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میرے ایک دوست نے میری سفارش پر آپ کی ایجاد کردہ اکسیر البدن کا استعمال کیا۔ اور انہیں اس اکسیر سے بے حد فائدہ ہوا۔ جس کے لئے میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں براہ کرم ایک اور شیشی بذریعہ وی۔ پی بھیج دیں۔

حکیم صاحب کی رائے

جناب مولوی حکیم قطب الدین صاحب جو قادیان میں سب سے پرانے اور تجربہ کار طبیب ہیں۔ لکھتے ہیں۔ کہ مجھے کمر درد کی سخت شکایت تھی۔ یہاں تک کہ اٹھنے بیٹھنے سے بھی لاچار تھا۔ آپ کی دوا اکسیر البدن کے استعمال کے بعد میری صحت بہت اچھی ہو گئی۔ واقعی یہ دوا مقوی اعصاب مقوی دماغ اور مقوی جسم و باہ ہے۔

ایک سن رسیدہ بزرگ کی رائے

جناب شیخ بدر الدین صاحب زمیندار و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ کٹک لکھتے ہیں۔ کہ میں ایک سن رسیدہ شخص ہوں۔ مگر اکسیر البدن کی ایک ماہ کی خوراک سے ہی صحت دوچند ہو گئی۔ اور اس اکسیر کی گوناگوں اور عجیب در عجیب تعریف سے میری زبان قاصر ہے۔ براہ کرم ایک ماہ کی خوراک اور ارسال فرما کر شکریہ کا موقعہ دیجئے۔

ملنے کا پتہ:- **منیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب**

عام چیدہ خبریں

لنڈن ۵ ر نومبر مسٹر چرچل نے آج پارلیمنٹ میں جنگ کی صورت حالات پر بیان دیتے ہوئے اعلان کیا۔ کہ برطانیہ کی طرف سے یونان کو سمندری امداد دی جا رہی ہے۔ اور کریٹ میں برطانیہ نے بحری اور ہوائی طاس قائم کر لئے ہیں۔ مزید کہا۔ کہ انگلستان پر ہوائی حملوں میں ۱۴ ہزار آدمی ہلاک اور ۲۰ ہزار سخت زخمی ہو چکے ہیں۔ جن میں سے ۸۰ فی صدی لنڈن کے شہری تھے۔ آپ نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ آئندہ سال انگلستان پر زیادہ شدید ہوائی حملے ہوں گے۔ اور برطانیہ اگلے سال کے لئے زبردست تیاری کر رہا ہے۔ آخر پر ہاؤس کو یہ بھی بتایا۔ کہ رائل ایئر فورس کے بمبار طیارے پچھلے دنوں جنوبی اٹلی کے فوجی مقامات اور طاسوں پر زبردست بم باری کرتے رہے۔

بھوپال - ۵ ر نومبر - مسٹر ابو سعید رزمی ایڈیٹر "مدینہ" بجنور کو جو بھوپال لیجسلیٹو کونسل کے ممبر بھی ہیں۔ ڈیفنس رول کے ماتحت دو مقدمات میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ۲۱ ماہ قید سخت اور یکصد روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔ مسٹر رزمی کے خلاف الزام یہ تھا۔ کہ انہوں نے گورنمنٹ کے خلاف منافرت پھیلانے والی دو کتابیں شائع کی ہیں۔

نئی دہلی - ۵ ر نومبر ایک سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے۔ کہ ہندوستان کی فوجی طاقت میں اضافہ کے لئے جو کارروائی کی گئی ہے۔ وہ اس سے ظاہر ہے۔ کہ بہت تھوڑے عرصہ میں ۵ لاکھ سپاہ تیار ہو جائے گی۔ جو ہر قسم کے جدید ترین اسلحہ سے لیس ہو گی۔ اس سپاہ کو کلدار فوج بنایا جائے گا۔

لنڈن ۵ ر نومبر ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ گذشتہ ہفتہ کے دوران میں ۲۹ اطالوی آبدوزیں تباہ کی گئیں۔

لنڈن ۵ ر نومبر - ایک سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے۔ کہ برطانیہ بہت سے جنگی ہوائی جہاز ہندوستان بھیج رہا ہے۔

نئی دہلی ۵ ر نومبر - آج مرکزی اسمبلی میں اس حقیقت کا انکشاف ہوا ہے۔ کہ ۶۰ ہزار ہندوستانی فوج برطانیہ کی امداد کے لئے سمندر پار بھیجی جا چکی ہے۔

لنڈن - ۶ ر نومبر - اگرچہ ابھی تک صحیح طور پر یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ مسٹر روز ویلٹ اور مسٹر ویلکی کو کتنے کتنے ووٹ ملے۔ مگر یہ بات یقینی معلوم ہوتی ہے۔ کہ مسٹر روز ویلٹ کامیاب ہو گئے ہیں۔ اور وہ مزید چار سال کے لئے تیسری دفعہ یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ کے پریذیڈنٹ منتخب ہو گئے ہیں۔

لنڈن ۶ ر نومبر ایتھنز کے ایک سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے۔ کہ یونانی فوجوں نے اطالویوں کی متعدد چوکیوں اور مورچوں پر قبضہ کر لیا ہے بہت سا جنگی سامان بھی ان کے ہاتھ آیا ہے۔ یونانیوں نے جب ان پہاڑیوں پر دھاوا بولا۔ تو اطالویوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اور انہوں نے اپنے ہی آدمیوں پر گولیاں برسانی شروع کر دیں۔

دعائے مغفرت محمود احمد صاحب قریشی اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ان کے خسر خواجہ حفیظ اللہ صاحب جو ایک مخلص احمدی تھے۔ بتاریخ ۱۷ ر اکتوبر ۱۹۴۰ء بمقام شملہ وفات پا گئے ہیں۔ احباب ان کے لئے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا فرما کر ثواب حاصل کریں۔

دعائے صحت مکرم حافظ عبد العلی صاحب ایڈووکیٹ حیدر آباد دکن بباعث مالی کمزوری اور بے روزگاری کے پریشان ہیں۔ جس سے ان کی صحت پر بڑا اثر پڑ رہا ہے۔ احباب سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ ان کی صحت و فراخی کے لئے دعا فرماویں۔

دعائے خیریت حاجی مولوی محمد الدین صاحب امیر جماعت تہال سے احباب کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں۔ کہ ان کے دو عزیز ایک ڈاکٹر محمد احمد اور دوسرا عزیز سلطان احمد عدن میں مقیم ہیں۔ جہاں جنگ کا بہت خطرہ ہے۔ انکی صحت و سلامتی کے لئے دعا فرما کر شکریہ کا موقعہ بخشیں۔

اعلان

مختلف محلہ جات میں قابل فروخت مکانات اور قطعات زمین موجود ہیں۔ ضرورتمند احباب ہم سے خط و کتابت کریں۔ نیز جنرل سروس کمپنی تعمیر عمارات کا کام بھی کراتی ہے۔ خواہشمند احباب شرائط تعمیر منگوا کر فیصلہ فرماویں۔

(منیجر جنرل سروس کمپنی قادیان)

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام مولوی عطاء اللہ خاں مولوی فاضل پرنٹر چھپوا کر میر قاسم علی ایڈیٹر و پبلشر نے فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)